محمد حفیظ بقاپوری — تواریخ اشاعت ۷-۱۴-۲۱-۲۸ — فی پرچہ ۲ /

جلد ۲ | ۷ رتبوک ۱۳۳۲ہش - ۷ ۲ر ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ مطابق ۷ رستمبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۳۳

افریقہ میں پیشوایانِ مذاہب کا جلسہ

از جناب مولوی ابراہیم صاحب خلیل مبلغ سلسلہ احمدیہ

اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے کل مورخہ ۹ ۸/۵۳ بروز اتوار بعد نماز مغرب وعشاء پیشوایانِ مذاہب کا سالانہ جلسہ زیر صدارت مسٹر عبداللہ بٹ کونسلر اور چیف کلرک ریٹائرڈ ریلوے مسلم وائیس اعظم فری ٹاؤن مسجد احمدیہ میں کیا گیا۔ بفضلہ تعالیٰ حاضری کافی تھی۔ مسٹر عبداللہ کول نے تلاوت قرآن کریم کی۔ بعدہٗ مسٹر سلیمان سیسے نے حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے حالات اخلاقِ ترکیہ عمدہ پیرایہ سے بیان کیا۔ ازاں بعد مسٹر ابراہیم سیسے نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات بیان کئے۔ بعدہٗ مسٹر گابائی نے حضرت احمد سیدنا مہدی علیہ السلام کے حالات بیان کئے۔ ایک بچے نے عربی بول چال سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ پھر فاکسار نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسےٰ علیہم السلام کے حالات بیان کئے۔ مسٹر مختار ڈین اور مسٹر مانسرے نے بھی کچھ حالات دلچسپ بیان کئے۔ پھر مسٹر عمر سوارے نے حضرت رسول اکرمؐ کے زمانہ کی تکالیفوں کا مقابلہ اس زمانہ کے امام ہمام کے متبعین سے کیا۔ اور صداقت مسیح موعودؑ ثابت کی۔ بعدہٗ صاحب صدر نے فرمایا کہ آج اگر احمدیت کے علمبردار ہمارے ملک میں آئے ہوئے نہ ہوتے۔ تو ہم سب کے سب مسیحی ہوتے اللہ تعالےٰ مسیحیت کے دجل سے بچا دے اور سارے جہان کو ہدایت بخشے۔ ملک ہذا میں ہزارہا مسلمان ہیں۔ لیکن برائے نام۔ احمدی مبلغ ہی مسال میں چار پانچ دفعہ ریڈیو پر مختلف تقاریر اسلام کی خوبیوں کے متعلق سر سال باقاعدگی سے بیان کرتا ہے۔ ہمارے بڑے بڑے الفے اور مصر سے تعلیم یافتہ علماء اسلام کی خاطر کچھ بھی قربانی نہیں کرتے۔ افسوس! سب مسلمانوں کو احمدیوں کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے یہ کوئی نیا مذہب تو ہے نہیں۔ صحیح اور حقیقی اسلام یہی ہے۔ بعد دعا جلسہ رات کے ۱۰ ½ بجے ختم ہوا۔

درگاہِ حضرت بختیار کاکیؒ کا انتظام

ہم اس سے پہلے اس خیال کا اظہار کر چکے ہیں کہ مذہبی عبادت گاہوں اور زیارت گاہوں کا انتظام اور نگرانی اس طریق پر ہونی چاہیئے کہ جس مذہب کے یہ مقدس مقامات ہوں انہی کے زیر انتظام رہیں۔ تاکہ مذہبی رسومات کا احترام قائم کیا جا سکے۔ اسی سلسلہ میں ہم نے لال قلعہ کی موتی مسجد پر سکھ مجاور مقرر کئے جانے کے متعلق بھی حکومت کو توجہ دلائی تھی۔ کہ یہ امر پسندیدہ نہیں حکومت کو چاہیئے کہ وہاں پر کسی مسلمان کو مقرر کرے اسی تعلق میں معروف معاصر "ریاست" کا ایک نوٹ بعنوان بالا قارئین کرام اور حکومت کی توجہ کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

دہلی کی درگاہ حضرت بختیار کاکیؒ تمام مسلمانوں میں اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی درگاہ کے بعد اس درگاہ کے معتقدین کی تعداد ہندوستان میں سب سے زیادہ ہے۔ اس درگاہ کو ۱۹۴۷ء کے فسادات میں نقصان پہنچا۔ کیونکہ مہرولی کے مسلمان ہجرت کر گئے تھے۔ درگاہ کو نقصان پہنچنے کے باعث مہاتما گاندھی نے اپنے برت کھولنے میں اس درگاہ کو پھر اپنی اصلی حالت پر لانے کی شرط ایک یہ بھی رکھی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت نے درگاہ کی مرمت کے لئے پچاس ہزار روپیہ دیا۔

اس درگاہ کے انتظام کے لئے دہلی کے ڈپٹی کمشنر مسٹر رامیشور دیال نے جو کمیٹی مقرر کی تھی اس کے سیکرٹری مسٹر ہلال احمد قطبی مقرر کئے گئے تھے۔ جو پچھلے پُر آشوب زمانہ میں درگاہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ کیونکہ آپ اس درگاہ کے سجادہ نشین ہیں مگر اب اس درگاہ کے انتظام کے لئے جو کمیٹی مقرر کی گئی ہے۔ اس کے صدر مہرولی کے نائب تحصیلدار کو مقرر کیا گیا ہے۔ یعنی مہرولی کا نائب تحصیلدار اگر ہندو یا سکھ ہو۔ تو وہ سرکاری طور پر اس درگاہ کی انتظامیہ کمیٹی کا صدر ہوگا۔ جسے مذہبی حلقوں میں یقیناً تمسخر انگیز قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ بالکل ایسا ہی ہوگا۔ جیسے امرتسر دربار صاحب کی انتظامیہ کمیٹی کا صدر مولانا حفظ الرحمٰن کو مقرر کر دیا جائے۔

ہم اس کے حق میں ہیں۔ کہ تمام مذہبی معابد کا انتظام بہترین ہاتھوں میں ہو۔ اور معابد کی بُرائیوں کو ختم کیا جائے۔ مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں۔ کہ مسلم درگاہوں کے منتظم ہندو اور ہندو مندروں کے منتظم مسلمان مقرر کئے جائیں۔ جو دوسرے مذاہب کی مذہبی رسوم سے بھی ناواقف ہوں۔ ہماری رائے ہے کہ دہلی میں بھی مذہبی معابد کو بہتر ہاتھوں میں دینے کے لئے دہلی اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جائے جس کے مطابق تمام مذاہب کے تمام معابد کا انتظام بہتر ہاتھوں میں چلا جائے۔ دہلی گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ ایسے بل کے پیش کرنے کے مسئلہ پر غور کرے۔

(از ہفت روزہ "ریاست" دہلی مورخہ ۲۴ر اگست)

اخبار احمدیہ

قادیان۔ اطلاع ملی ہے کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ مورخہ ۳۱ر اگست کو کراچی سے واپس ربوہ تشریف لے آئے ہیں۔ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع ربوہ سے نہیں ملی۔ کراچی سے روانگی کے وقت جب حضور کی صحت کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضور نے فرمایا کہ پاؤں میں درد باقی ہے احباب اپنے مقدس آقا اور امام ہمام کی صحت کاملہ اور خیریت و عافیت اور مقاصد عالیہ میں فائز المرام ہونے کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

مشرقی افریقہ میں قرآن مجید کے سواحیلی ترجمہ کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی ہے

دنیا کی متعدد زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کرنے کے انتظامات مکمل ہو گئے

کراچی ۲۸ر اگست۔ احمدیہ "پبلیکیشنز بیورو" کے انچارج جناب عبدالمنان صاحب عمر نے یو پی پی کے نامہ نگار کو ایک پریس ملاقات میں بتایا کہ جماعت احمدیہ کے انگریزی ترجمہ قرآن مجید کی طرح سواحیلی ترجمہ کو بھی بے حد مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ سواحیلی زبان مشرقی افریقہ میں بولی جاتی ہے۔

آپ نے یہ بھی بتایا کہ ڈچ جرمن اور فرانسیسی زبانوں میں بھی قرآن مجید کے تراجم پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں جو ایک ماہ کے اندر اندر طبع ہو جائیں گے۔ اسی طرح پولش اٹیلین سپینش اور گورمکھی زبانوں میں بھی ترجمے کا کام کافی حد تک مکمل ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں احمدیہ پبلیکیشنز بیورو کے زیر اہتمام قرآن مجید کا انڈونیشین۔ بنگالی اور ہندی زبانوں میں ترجمہ کیا جا رہا ہے

آپ نے کہا کہ ٹرینی داد میں تبلیغ اسلام کے نہایت خوشکن اثرات ظاہر ہونے کی توقع ہے۔ وہاں احمدیہ دارالتبلیغ میں لوگ کثیر تعداد میں آکر اسلامی تعلیم سیکھنے اور اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرنے میں گہری دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ نائیجیریا میں جہاں احمدیہ مشن کے زیر اہتمام متعدد سکول اور کالج قائم ہیں۔ عنقریب ایک اور کالج کھولا جا رہا ہے

(روزنامہ ٹائمز آف کراچی ۲۹ر اگست ۱۹۵۳ء)

ہفتہ تعلیم

نظارت ہذا کی طرف سے ۲۳ر اگست سے ۳۱ر اگست تک ہفتہ تعلیم کا اعلان کر کے اعلان کیا گیا تھا۔ کہ ہفتہ ختم ہونے پر سیکرٹریان تعلیم وتربیت احباب کی حالت کا جائزہ لے کر مندرجہ ذیل امور کی رپورٹ کریں۔ (۱) کل افراد جماعت کتنے ہیں۔ (۲) نماز باترجمہ کتنے افراد جانتے ہیں۔ (۳) ہفتہ تعلیم میں کتنے احباب نے حصہ لیا ہے۔ اور باقی افراد نے حصہ کیوں نہیں لیا۔ (۴) کتنے افراد نے ہفتہ تعلیم میں نماز کا ترجمہ یاد کیا ہے۔ یہ رپورٹ جلد از جلد نظارت ہذا میں بھجوا دیں۔

(ناظر تعلیم وتربیت قادیان)

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اپنی جماعت کو نصائح

"۱۔ میں اس وقت اپنی جماعت کو جو مجھے مسیح موعود مانتی ہے۔ خاص طور پر سمجھاتا ہوں کہ وہ ہمیشہ ان ناپاک عادتوں سے پرہیز کریں۔ مجھے خدا نے جو مسیح موعود کر کے بھیجا ہے۔ اور حضرت مسیح ابن مریم کا جامہ مجھے پہنا دیا ہے۔ اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور نوع انسان کے ساتھ حق ہمدردی بجا لاؤ۔ اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے۔ جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے۔ جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہے سو تم جو میرے ساتھ ہو ایسے مت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے۔ کیا یہی کہ ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟ نہیں بلکہ مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے۔ جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہو گی بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو۔ تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھلاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے۔ جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں۔ اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں۔ ترقی کرو۔ ترقی کرو۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں تب صبح اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے۔ اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے۔ اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے۔ تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جزو بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یک دفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں۔ جیسے ابتدا میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے۔ اور تمہاری ساری نجات اسی سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے۔ جو قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا۔ یعنی وہ نفس نجات پا گیا۔ جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔"

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱۳-۱۴)

۲۔ "اگر تم روح القدس کی تاثیر سے بولنا چاہتے ہو تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے باہر نکال دو۔ تب پاک معرفت کے بھید تمہارے ہونٹوں پر جاری ہوں گے اور آسمان پر تم دنیا کے لئے ایک مفید چیز سمجھے جاؤ گے اور تمہاری عمریں بڑھائی جائیں گی تمسخر سے بات نہ کرو اور ٹھٹھے سے کام نہ لو۔ اور چاہیئے کہ سفلہ پن اور اوباش پن کا تمہارے کلام میں کچھ رنگ نہ ہو۔ تا حکمت کا چشمہ تم پر کھلے۔ حکمت کی باتیں دلوں کو فتح کرتی ہیں۔ لیکن تمسخر اور سفاہت کی باتیں فساد پیدا کرتی ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکے سچی باتوں کو نرمی کے لباس میں بتاؤ۔ تا سامعین کے لئے موجب ملال نہ ہوں۔ جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا اور نفس سرکش کا بندہ ہو کر بدزبانی کرتا ہے اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے وہ ناپاک ہے اس کو کبھی خدا کی طرف راہ نہیں ملتی۔ اور نہ کبھی حکمت اور حق کی بات اس کے منہ پر جاری ہوتی ہے۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں تو نفسانی جوشوں سے دور رہو اور کھیل بازی کے طور پر بحثیں مت کرو کہ یہ کچھ چیز نہیں۔ اور وقت ضائع کرنا ہے بدی کا جواب بدی سے مت دو۔ نہ قول سے نہ فعل سے تا خدا تمہاری حمایت کرے۔ اور چاہیئے کہ درد دل کے ساتھ سچائی کو لوگوں کے سامنے پیش کرو نہ ٹھٹھے اور ہنسی سے۔ کیونکہ مردہ ہے وہ دل جو ٹھٹھا اور ہنسی اپنا طریق رکھتا ہے۔ اور ناپاک ہے وہ نفس جو حکمت اور سچائی کے طریق کو نہ آپ اختیار کرتا ہے اور نہ دوسرے کو اختیار کرنے دیتا ہے۔ سو تم اگر پاک علم کے وارث بننا چاہتے ہو تو نفسانی جوش سے کوئی بات منہ سے مت نکالو۔ کہ ایسی بات حکمت اور معرفت سے خالی ہو گی اور سفلہ اور کمینہ لوگوں اور اوباشوں کی طرح نہ چاہو کہ دشمن کو خواہ نخواہ ہتک آمیز اور تمسخر کا جواب دیا جائے بلکہ دل کی راستی سے سچا اور پُر حکمت جواب دو تا تم آسمانی اسرار کے وارث ٹھہرو۔"

(نسیم دعوت صفحہ ۸)

مسلمان حکمران

بقلم جناب لالہ لاجپت رائے جی

آج کل مسلمان بادشاہوں اور حکام کو بلا وجہ بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ اور ان کی خوبیوں اور اچھائیوں کو بھی بُرائیاں بنا کر ظاہر کیا جاتا ہے۔ علاوہ اخبارات اور تقاریر میں مسلمان حکمرانوں کے خلاف زہر چکانی کر کے درسی کتب میں بھی پیٹ بھر کر مسلمانوں کو کوسا جا رہا ہے حالانکہ آزادی ملنے کے بعد ہمارے ہندو بھائیوں کو جو اکثریت میں ہیں۔ زیادہ رواداری اور خیر سگالی سے کام لینا چاہیئے تھا۔ اور زمانہ سابق میں اگر کوئی غلطی۔ کوتاہی یا ظلم کسی سے سرزد ہوا بھی تھا تو اس سے چشم پوشی اختیار کرنا چاہیئے تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ ملک کا ایک معتد بہ حصہ باہمی اتحاد و یگانگت اور محبت کے جذبات کی قدر کو نہیں پہچانتا۔ اور پرانے گڑھے اکھاڑنے کو ہی ملک کی خدمت سمجھتا ہے۔

ہم ذیل میں ان مقہور اور بعض و طعن کا شکار مسلمانوں کے متعلق مشہور آریہ سماجی لیڈر جناب لالہ لاجپت رائے جی کے خیالات ناظرین کرام کے سامنے رکھتے ہیں۔ اس سے ان جھوٹے اعتراضات کا ازالہ بھی ہو سکیگا۔ جو آئے دن بعض لوگوں کی طرف سے مسلمان حکمرانوں کے خلاف اٹھائے جاتے ہیں ——— (ایڈیٹر)

"مسلمان اچھے تھے یا بُرے تھے ان میں ایک بات تو تھی۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے ہندوستان کو اپنا گھر بنا لیا تھا۔ یہ ہندوؤں پر بھروسہ رکھتے تھے۔ انکو اعلیٰ ترین عہدوں پر مامور کرتے تھے کبھی قومی نفرت اُن کی کارروائی کی محرک نہ ہوتی تھی۔ سوائے چند ناخوشگوار واقعات کے جو مذہبی جوش کے باعث ظہور پذیر ہوئے مسلمان بادشاہ ہندوؤں کو ہر طرح سے مسلمانوں کے ہم رتبہ سمجھتے تھے۔" (اشاعت بندے ماترم لاہور ۷ر جولائی ۱۹۲۳ء صفحہ ۱)

ایک ہندو فاضل کی رائے

لالہ جی موصوف نے ایک اور ہندو کا مضمون اپنے اخبار بندے ماترم میں شائع کیا تھا۔ جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ:۔

"مسلمان بادشاہوں نے ہندوستانیوں کے جذبات اور اختیارات کو غارت نہیں کیا! وجود تلوار کے زعم کے منصف مزاجی اور رحمدلی سے حکومت کی۔ انہوں نے اپنے دوران حکومت میں ہندوؤں کو اعلیٰ سے اعلیٰ عہدے دیئے۔ اکبر کا جانشین ایک ہندو داسنری کے بطن سے پیدا ہوا۔ ان کی عملداری میں صیغہ مال کا وزیر راجہ ٹوڈرمل اور وزیر بیربل تھے جہاں کہیں مسلمانوں نے سلطنت کی۔ انہوں نے اپنے ہندو بھائیوں کو بھی گلے لگایا۔ انہوں نے یہ کبھی نہیں کیا کہ مسلمانوں سے ہی جگہیں پُر کر کے ہندوؤں کے حقوق قطعی پامال کر دیئے ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ ملک میں کسی قسم کی بے چینی، دُکھ اور قحط وغیرہ نہ تھے۔"

(بندے ماترم ۱۸ر مئی ۱۹۲۱ء صفحہ ۳)

ضروری اطلاع و درخواست دعا

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ:۔

"عزیزم عبدالسلام صاحب بھتہ کنیڈا۔ امریکہ اور یورپ کے بعض ممالک سے جہاں عزیز انجینئرنگ اور بھاری مشینری کی عملی تعلیم و تجربہ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ بخیر و عافیت ۲۹ر اگست ۱۹۵۳ء کی شام کو ہوائی جہاز سے واپس کراچی پہنچ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے وہاں پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ملاقات کا شرف بھی ان کو حاصل ہو گیا۔ الحمد للہ۔

نیز اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

ان کی کمر اور بائیں ٹانگ گھٹنے میں سخت قسم کی درد ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے چلنا پھرنا اور حرکت کرنا بند ہو چکا ہے۔

احباب حضرت موصوف کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

وقف برائے تبلیغ

احباب جماعت اپنی روحانی اور تبلیغی ترقی کے لئے اور جماعت کی توسیع و اشاعت کے لئے سال میں ایک ماہ یا اس سے کم و بیش تبلیغ سلسلہ کے لئے وقف کریں۔ اور نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان کے زیر ہدایت املائے کلمۃ اللہ کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

دنیا اس وقت حق کی پیاسی ہے۔ دوستو! اٹھو اور آب حیات کا جام ہر پیاسے کے منہ کے ساتھ لگا دو۔

درخواستہائے دعا ۱۔ جماعت راٹھ ڈموڈیا پر مخالفین نے چند مقدمات دائر کر رکھے ہیں۔ جماعت سخت پریشانی میں گھری ہے اپنے احباب سے درخواست ہے کہ انکے لئے دردِ دل سے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھے۔ (عبدالمجید در دیش ناصر آبادی) ۲۔ مکرم جمیل اللہ خان صاحب آف چین گنج کانپور کی اہلیہ صاحبہ سخت بیمار ہیں۔ کامل شفا یابی کے ۳۔ لئے دعا کی درخواست ہے (سید شہامت علی از قادیان)

غور و فکر کی عادت اور بلند پروازی کی مدد سے اپنے اندر ایسی ہمہ گیر صلاحیتیں پیدا کرو کہ تم میں سے ہر شخص بڑی سے بڑی ذمہ واری اٹھانے کے قابل ہو جائے

قوم اسی صورت میں خطرات سے محفوظ رہ سکتی ہیں کہ ان کے ایک ایک فرد میں لیڈر بننے کی پوری صلاحیت موجود ہو

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے اراکین سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب

(از اسٹاف رپورٹر)

کراچی ۲۴ راگست۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کل صبح مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے اراکین سے خطاب کرتے ہوئے احمدی نوجوانوں کو اپنے اندر غور و فکر اور بلند پروازی کی عادت ڈالنے اور قیادت کی ہمہ گیر صلاحیتوں سے بہرہ مند ہونے کی طرف توجہ دلائی حضور نے فرمایا غور و فکر کی عادت اور بلند پروازی کی مدد سے اپنے اندر ایسی صلاحیتیں پیدا کرو کہ تم میں سے ہر شخص بڑی سے بڑی ذمہ واری اٹھانے کے قابل ہو جائے حضور کا یہ بصیرت افروز خطاب کامل سکوت کے عالم میں قریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا جس میں حضور نے نوجوانوں کی ذہنی تربیت اور ان میں قیادت کی صلاحیتیں پیدا کرنے کے طریقوں پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی اور مثالیں دے دے کر واضح کیا کہ جب تک کسی قوم کے نوجوانوں میں لیڈر شپ کی اہلیت عام نہ ہو اس وقت تک وہ قوم اپنے آپ کو محفوظ خیال نہیں کر سکتی۔

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کا یہ غیر معمولی اجلاس احمدیہ ہال میں منعقد ہوا جس میں جماعت کے دیگر احباب یعنی انصار اور اطفال کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ انصار خدام اور اطفال ایک خاص نظام کے ماتحت علیحدہ علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے نشستوں کی پہلی دو قطاریں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ساٹھ سال سے زائد عمر کے بزرگوں کے لئے مخصوص تھیں۔ صحابہ کرام۔ بزرگان سلسلہ۔ انصار۔ خدام اور اطفال کا یہ ملا جلا اجتماع جس میں سب حسب مراتب مناسب جگہوں پر بیٹھے اپنے محبوب آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے اہم ارشادات سن رہے تھے۔ آنکھوں کے سامنے ایک پر کیف منظر پیش کر رہا تھا۔ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ جو مرزا احمد لطیف صاحب چغتائی نے کی۔ اس کے بعد ایک نوعمر طالب علم نسیم احمد نے حضور کی ایک نظم نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ بعدہ خدام نے حضور کی اقتداء میں اپنا عہد دہرایا۔ عہد سے فارغ ہونے کے بعد قائد خدام الاحمدیہ کراچی نے مجلس کی کارگزاریوں کے متعلق مختصر اور جامع رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد حضور نے نقرس کی شکایت اور پاؤں کے انگوٹھے میں تکلیف کے باعث کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی نوجوانوں سے خطاب فرمایا۔ حضور کے ارشادات کا خلاصہ اپنے الفاظ میں درج ذیل ہے:۔

کارگزاری کی رپورٹ

تشہد و تعوذ کے بعد حضور نے مجلس کی کارگزاری کے متعلق قائد صاحب کی رپورٹ کا ذکر کرتے ہوئے اراکین مجلس سے فرمایا۔ کام کا اندازہ آپ لوگ زیادہ لگا سکتے ہیں کہ جنہوں نے خود اس کی سرانجام دہی میں حصہ لیا ہے۔ اگر رپورٹ مبالغہ سے خالی ہے اور پوری احتیاط سے لکھی گئی ہے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ کی مجالس میں سے بہت کم مجالس ایسی مکمل رپورٹ پیش کر سکی ہیں۔ چونکہ پاکستان میں یہ مقام بہت اہمیت رکھتا ہے اور ویسے بھی دارالحکومت ہونے کی وجہ سے غیر ممالک کی اس پر نظریں رہتی ہیں اسلئے یہاں کی مجلس کا اچھا کام ہمارے لئے خوشی کا موجب ہے۔ اگر سارے خدام اس ذمہ واری کو سمجھتے ہیں کہ ہم نے صرف مجلس ہی قائم نہیں کرنی بلکہ کام کرنا ہے تو یقیناً اس سے جماعت میں بہت بیداری پیدا ہو سکتی ہے۔

نوجوانوں کی ذمہ واری

ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں زندگی کے ساتھ موت کا سلسلہ بھی قائم کیا ہوا ہے لوگ پیدا ہوتے ہیں اور ایک عرصہ تک زندگی گزارنے کے بعد مر جاتے ہیں۔ موت سے جو ایک خلا پیدا ہوتا ہے اسے پورا کرنا نوجوانوں کا کام ہے اگر نوجوانوں کی حالت پہلے لوگوں کی مانند ہو یا ان سے بہتر ہو تو قوم تنزل سے محفوظ رہتے ہوئے ترقی کے راستے پر بدستور گامزن رہتی ہے لیکن اگر نوجوان ہی قومی کردار کے اعتبار سے معیار پر پورے نہ اترتے ہوں تو پھر قوم کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ سو قوم کی آئندہ ترقی کا دارومدار نوجوانوں پر ہوتا ہے۔ جس فوج کا ہر سپاہی سمجھے کہ شاید آگے چل کر میں ہی کمانڈر انچیف بن جاؤں تو وہ یقیناً اس احساس کے تحت اپنے عمل و کردار کو ایسے طریق پر ڈھالے گا۔ جو بالآخر اسے اس عہدے کا اہل بنا دے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس فوج کے تمام سپاہیوں میں کمانڈر انچیف بننے کی اہلیت پیدا ہو جائے گی۔ لیکن اگر فوج کا ہر سپاہی یہ سمجھ بیٹھے کہ میں تو کمانڈر انچیف نہیں بن سکتا۔ تو وہ فوج گرتے گرتے اس حالت کو پہنچ جائے گی کہ پھر اس میں ڈھونڈے بھی کوئی شخص ایسا نہ ملے گا جو اس عہدے کی ذمہ واری سنبھال سکے پس جماعت کی ترقی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے فرد میں یہ احساس پیدا ہو کہ بڑے سے بڑا کوئی عہدہ ایسا نہیں ہو سکتا جس کی ذمہ داریوں کو میں کماحقہ ادا نہ کر سکوں۔ جب تک ہر فرد اس احساس کے ماتحت آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے اس وقت تک قومی اعتبار سے وہ صلاحیت پیدا نہیں ہو سکتی جس کا پیدا ہونا تحفظ ملت اور ترقی کے لئے ضروری ہے۔ پس تم میں سے ہر شخص کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ وقت پڑنے پر وہ بڑے سے بڑا عہدہ سنبھالنے کا اہل ثابت ہو سکے۔

کامل علم اور کامل عمل

خطاب جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ اس کوشش اور جد و جہد میں کامیاب ہونے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں علم کامل اور عمل کامل علم کامل اس بات کا مقتضی ہے کہ وہ اس جماعت یا مذہب یا سیاست کا بغور مطالعہ کرتا رہے جس سے وہ منسلک ہے۔ اسی طرح عمل کامل کے لئے ضروری ہے کہ نظم و ضبط اور جماعتی پابندی کو لازم پکڑا جائے۔ دوسرے اپنے اندر خیال آرائی اور بلند پروازی پیدا کی جائے کیونکہ جب تک انسان اس صفت سے متصف نہ ہو۔ اس وقت تک آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہو سکتی

ترقی کا سلسلہ لامتناہی ہے

قومی اعتبار سے ترقی کا کوئی مقام ایسا نہیں ہوتا جسے انتہائی منزل سے تعبیر کیا جا سکے۔ دنیا میں کوئی قوم بھی ایسی نہیں گزری کہ جو یہ دعوے کر سکی ہو کہ وہ ترقی کے اس مقام تک پہنچ گئی ہے کہ جس سے آگے ترقی کرنا ممکن نہیں ہے۔ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی یہ شان بیان فرمائی ہے کل یوم ھو فی شان۔ کہ وہ ہر روز ایک نئی حالت میں ہوتا ہے۔ لوگ اسی چیز کو ہیں گے جو غیر متوقع اور غیر معمولی ہو تو کل یوم ھو فی شان کا مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کی صفات ایسی ہیں کہ ان کے مطابق وہ ہر روز دنیا میں تبدیلیاں پیدا کر رہا ہے۔ لیکن وہ تبدیلیاں غیر معمولی ہوتی ہیں۔ اور پہلے سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔ پس جو انسان یہ سمجھے اس نے دنیا میں امور کی سرانجام دہی کے لئے واسطہ بنایا ہے جو مسلسل کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کوئی مقام ایسا نہیں آ سکتا۔ جس کے بعد وہ اپنے آپ کو جد و جہد اور عمل و کوشش سے بے نیاز سمجھنے لگے۔ اسی امر کے لئے کہ اس کی جد و جہد اعلیٰ سے اعلیٰ نتائج پر منتج ہو ضروری ہے کہ وہ خیال آرائی اور بلند پروازی سے کام لے۔ جب بھی وہ بلند پروازی اور خیال آرائی سے کام لینا چھوڑ دے گا۔ اس کی کوششیں بے نتیجہ ہو کر رہ جائیں گی۔

بلند پروازی کی تعریف

غلام قوم میں سب سے بڑی برائی یہی ہوتی ہے کہ وہ غور و فکر کی عادت کھو بیٹھتی ہے۔ اس کے افراد صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک حال ہی میں محو رہتے ہیں۔ اور مستقبل کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے۔ اور اگر کبھی اس طرف متوجہ ہوتے بھی ہیں تو بے حقیقت اور خیالی باتوں سے آگے نہیں جاتے۔ کوئی پروگرام اور کوئی سکیم ان کے مدنظر نہیں ہوتی۔ محض ایک خیال دل میں پیدا ہوتا ہے۔ جسے عملی جامہ پہننا کبھی نصیب نہیں ہوتا۔ حالانکہ سکیم اس کو کہتے ہیں کہ فلاں چیز ملنی ممکن ہے اسے حاصل کرنے کے لئے فلاں فلاں ذرائع کی ضرورت ہے۔ اور وہ ذرائع فلاں فلاں نوعیت کی کوشش کے بغیر مہیا نہیں ہو سکتے۔ تو گویا ذرائع معلوم کرنے کے بعد یہ سوچنا کہ ان ذرائع کو کیونکر فراہم کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں بلند پروازی کہلاتی ہے

اسی امر کو مزید واضح کرتے ہوئے حضور نے فرمایا بلند پروازی اسی کو کہتے ہیں۔ کہ انسان اپنی موجودہ حالت سے اوپر ایک مقصد معین کرے۔ پھر یہ سوچے کہ یہ

یہ مقصد کن ذرائع سے حاصل ہو سکتا ہے جب ذرائع اپنی معین صورت میں سامنے آجائیں۔ تو پھر اس امر پر غور کرے کہ کن طریقوں سے یہ ذرائع فراہم ہو سکتے ہیں۔ جب کوئی شخص یہ طریقے معلوم کر کے مصروف عمل ہو جاتا ہے تو ذرائع خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور بالآخر مقصد مل جاتا ہے۔ جس کے لئے یہ سب کوشش ہو رہی تھی۔ اگر ایسا ظہور میں نہیں آتا تو وہ بلند پرواز نہیں خام خیالی یا واہمہ ہے۔ ایسا شخص ہمیشہ خوابوں کی دنیا میں الجھا رہتا ہے۔ پس ہماری جماعت کے نوجوانوں کو غور اور بلند پروازی کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

غور و فکر کی عادت سے کام لینے کا طریق

اس مرحلہ پر حضور نے مثالیں دے دے کر واضح کیا۔ کہ غور و فکر سے کیونکر کام لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا۔ مثلاً آپ المصلح میں امریکہ یا ہالینڈ کے مشن کی رپورٹ پڑھتے ہیں۔ آپ کے لئے انتا ہی کافی نہیں ہے۔ کہ آپ اسے پڑھ کر وہاں کے حالات سے باخبر ہو جائیں۔ بلکہ رپورٹ میں نومسلموں کی تعداد پڑھتے ہی آپ کو سوچنا چاہیئے کہ اس ملک میں بیعت کی رفتار کیا ہے۔ وہاں کب سے مشن قائم ہے۔ اور اس عرصہ میں کتنے آدمیوں نے بیعت کی۔ بیعت کی رفتار نکال لینے کے بعد اندازہ لگائیے کہ اس حساب سے وہ ملک کتنے عرصہ میں جا کر مسلمان ہوگا۔ اور اسی طرح ہم کتنے عرصہ میں توقع کر سکتے ہیں کہ ساری دنیا اسلام کو قبول کرے گی۔ اگر بیعت کی رفتار کے مطابق آپ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس ملک کے مسلمان ہونے میں سینکڑوں کیا ہزار سال لگ جائیں گے۔ جیسا کہ بظاہر حالات نظر بھی آ رہا ہے۔ تو پھر آپ کو سوچنا چاہیئے۔ کہ تبلیغی مساعی کو کیونکر مثمر ثمرات بنایا جا سکتا ہے۔ یہاں یہ کہہ کر آپ اپنے دل کو تسلی نہیں دے سکتے۔ کہ کوشش کرنا ہمارا کام ہے نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور اگر خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا تو اس میں ہمارا کیا دخل ہے؟ اس میں شک نہیں نتیجہ پیدا کرنا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن خدا ظالم نہیں۔ کہ وہ کسی کی کوششوں کو رائیگاں جانے دے۔ سوال پیدا ہوگا خدا نے ابراہیم علیہ السلام کی کوششوں کو کیوں بے نتیجہ رہنے دیا؟ اس نے نوح علیہ السلام کی کوششوں کو کیوں بے نتیجہ رہنے دیا؟ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی کوششوں کو کیوں بے نتیجہ رہنے دیا؟ اس نے بدھ کی کوششوں کو کیوں بے نتیجہ رہنے دیا؟ اس نے رامچندر کی کوششوں کو کیوں بے نتیجہ رہنے دیا؟ صاف بات ہے کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو اس طرح ادا کیا کہ جو ادا کرنے کا حق تھا۔ پس ایسی صورت میں آپ کو اپنی کوششوں کو تیز کرنا چاہیئے۔ نہ یہ کہ آپ دل کو تسلی دے کر بیٹھ رہیں۔ یہ کہنا کہ ہم اس لئے ناکام رہ گئے ہیں کہ نتیجہ خدا کے ہاتھ میں تھا۔ بالکل غلط ہے۔ ایسا کہنے والا گویا اقرار کرتا ہے۔ اگرچہ یہ بات صحیح ہے۔ کہ نتیجہ خدا کے ہی ہاتھ ہوتا ہے۔ لیکن خدا بھی کسی وجہ سے پیدا کرتا ہے۔ ہمارا خدا ایک آئینی خدا ہے۔ وہ ڈکٹیٹر نہیں۔ وہ ہر چیز حکمت کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ ہم دیں نہ دیں۔ ہماری مرضی وہ کہتا ہے۔ اگر تم استحقاق پیدا کر لو۔ تو ہم انعام ضرور دیں گے۔ اور اگر نہ دیں تو ہم ظالم۔ یعنی اگر ہماری دی ہوئی طاقتوں سے اس اس طریق پر کام لو۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم انعام نہ دیں۔ پس بے شک خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن اس نے نتیجے کو ہمارے تابع کرنے کے لئے کچھ قانون بنا دیئے ہیں۔ خود فیصلہ کرنا بندے کے اختیار میں نہیں۔ لیکن خدا کے ہاتھ کو پکڑ کر فیصلہ کروانا بندے کے ہاتھ میں ہے۔

ایک اور مثال

غور و فکر کی عادت سے کام لینے کے طریق واضح کرتے ہوئے حضور نے ایک اور مثال دی فرمایا: اگر تم یہ سوچو کہ دنیا ہماری مخالفت کرتی ہے۔ تو ساتھ ہی تمہیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ دنیا مخالفت کیوں کرتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ سچی تحریکوں کی مخالفت ہوتی ہی آئی ہے۔ یہ ہے صحیح لیکن ساتھ ہی تمہیں یہ سوچنا پڑے گا کہ کیا یہ مخالفتیں ہمیشہ ہمیش جاری رہتی ہیں؟ کیا پہلوں نے ان مخالفتوں کو دبانے اور کم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں نکالا تھا؟ کیا آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ جیسے انبیاء نے ان مخالفتوں سے ہار مان لی تھی؟ اگر انہوں نے ہار نہیں مانی تھی۔ تو ہم کیوں ہار مانیں؟ اور کیوں نہ ایسا راستہ نکالیں کہ جس سے یہ مخالفتیں آپ ہی ختم ہو جائیں۔ اگر تم سوچتے تو تمہارے سامنے خود راستے کھل جاتے۔ ہر شخص کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی اپنی جگہ غور و فکر کی عادت ڈالے۔ اور محض دوسروں کے غور و فکر پر تکیہ نہ کرے۔

حواس کی بیداری

غور و فکر کی عادت پیدا کرنے کے طریقوں پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے بچپن ہی سے تربیت کرنے اور بالخصوص حواس کو بیدار رکھنے کی اہمیت پر بہت زور دیا۔ اور اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زریں ہدایات نیز آئمہ کرام اور شاہان اسلام کے سبق آموز واقعات پیش کرنے کے بعد حضور نے واضح فرمایا کہ اگر حواس بیدار ہوں۔ تو انسان بہت سے خطرات سے بچ کر اپنے لئے ترقی کے راستے پیدا کر سکتا ہے۔

اس ضمن میں حضور نے سوچنے کی عادت ڈالنے کی طرف پھر توجہ دلائی اور فرمایا۔ باوقار طریق پر سوچنے اور غور کرنے کی عادت ڈالو تاکہ تم میں ایسی روح اور جذبہ پیدا ہو جائے۔ کہ تم وقت آنے پر بڑی سے بڑی ذمہ داری اٹھا سکو۔ کام کرنے کا جذبہ قوم کو ابھار دیتا ہے۔ پھر کسی کے مرنے یا فوت ہونے سے حوصلے پست نہیں ہوتے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ میں غور و فکر کی عادت پیدا کر کے ان میں جذبۂ عمل بھر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں کسی کے مرنے یا فوت ہونے سے کبھی خلا پیدا نہیں ہوا۔ ہر موقع پر کوئی نہ کوئی لیڈر آگے آتا رہا۔ اور مسلمان اس کی قیادت میں منزل بہ منزل کامیابی و کامرانی کی طرف بڑھتے رہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب [illegible] صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو فوراً حضرت ابوبکرؓ نے آگے آ کر خلا کو پورا کر دیا اور قوم میں پست ہمتی قطعاً پیدا نہ ہونے دی۔ آپ نے اس موقعہ پر صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر کوئی شخص محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خدا سمجھتا تھا۔ تو وہ سن لے کہ اس کا خدا فوت ہو گیا لیکن جو اس حی و قیوم ہستی کو خدا مانتا ہے۔ کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تھا۔ تو اس کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ زندہ ہے۔ اور اس پر کبھی موت وارد نہیں ہوتی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ پس کام فکر اور تدبر کے مطابق کرنے چاہئیں۔ اگر ایسے کرنے لگ جاؤ گے تو تم میں سے ہر شخص کمان کے قابل ہو جائے گا۔ یہی چیز قوم کو خطرات سے بچانے والی ہوتی ہے۔ کہ اس کے ہر فرد کے اندر لیڈر شپ کی صلاحیت موجود ہو۔ جب یہ صلاحیت قوم میں عام ہو جائے۔ تو پھر لیڈر ڈھونڈنے یا منتخب کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ایسی حالت میں وقت پڑنے پر لیڈرشپ خود بخود ابھر کر آگے آ جاتی ہے۔ اور قوم پر سراسال یا پریشان ہونے کا کبھی موقع نہیں آتا۔ اس میں شک نہیں۔ قوموں پر مصائب آ سکتے ہیں۔ انہیں قتل بھی کیا جا سکتا ہے انہیں گھروں سے بھی نکالا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر سوچنے کی عادت ہو۔ تو ان سے بچنے کی راہیں بھی نکل سکتی ہیں۔

جلسے کا اختتام

خطاب کے اختتام پر حضور ایدہ اللہ نے تمام خدام سے ان کا عہد پھر دہرایا۔ بعدہٗ لمبی دعا کرائی اور اس طرح یہ مبارک اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے اراکین سے خطاب فرمانے سے قبل حضور ایدہ اللہ نے مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے دفتر میں مجلس عاملہ کے ممبران سے بھی تقریباً ایک گھنٹہ تک علیحدہ خطاب فرمایا۔　　(المصلح مورخہ ۲۵ راگست ۱۹۵۳ء)

تحریک درویش فنڈ میں وصولی ماہ اگست کی فہرست

جن احباب کی طرف سے ماہ اگست میں درویش فنڈ کی رقوم خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں موصول ہوئی ہیں انکی اسم وار فہرست ذیل میں بغرض دعا شائع کی جا رہی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اس فنڈ کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق پیشتر ازیں مختلف اوقات پر بذریعہ اخبار "بدر" انفرادی و جماعتی تحریکات توجہ دلائی جا چکی ہے۔ اور اس فنڈ کے بڑھانے کے متعلق حضرت اقدس کا ارشاد بھی جماعتوں تک پہنچایا جا چکا ہے۔ موجودہ آمد درویشان کے مستقل ماہوار ضروری اخراجات کے مقابل پر بہت کم ہے۔ اور اس میں ابھی بہت زیادہ اضافہ کی ضرورت ہے۔ بہت سے افراد ایسے بھی ہیں جنہوں نے ماہوار وعدے مرکز میں بھجوائے تھے۔ مگر انکی طرف سے ادائیگی میں باقاعدگی اختیار نہیں کی جا رہی۔ ایسے احباب کو چاہیئے کہ اپنے وعدوں کی ادائیگی کی طرف فوری متوجہ ہوں اور جو دوست تاحال کسی وجہ سے وعدے نہ کر سکے ہوں وہ اپنے وعدے بھجوائیں۔ اور ایسے افراد جو اپنے حالات کے مطابق ہر ماہ ادائیگی سے معذور ہوں انکو چاہیئے کہ وقتاً فوقتاً بالمقطع اس فنڈ میں کچھ نہ کچھ ادا کر کے اس تحریک کے ثواب میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کریں۔　　(ناظر بیت المال قادیان)

فہرست وصولی درویش فنڈ ماہ اگست ۱۹۵۳ء

نمبر شمار	نام معطی	رقم
۱	جماعت احمدیہ مالیر کوٹلہ	۱۲/۰/۰
۲	جماعت احمدیہ کردناگاپلی	۲۱/۰/۰
۳	کے۔ پی۔ اے رحیم پینگاڈی	۱۲/۰/۰
۴	کے۔ ایم۔ شبلی "	۱/۰/۰
۵	ایم۔ ابراہیم کٹی "	۲/۰/۰
۶	پی۔ وی کہنہ عبداللہ "	۱۲/۰/۰
۷	بی احمد "	۲/۸/۰
۸	عبدالسبحان صاحب سکرٹری مال راچور	۲/۰/۰
۹	خلیل الدین احمد صاحب بحساب جماعت احمدیہ سری پاد	۰/۸/۰
۱۰	جماعت احمدیہ جمشید پور	۳/۱۲/۰
۱۱	احمد حسین صاحب وکیل شوراپور بذریعہ مکرم امیر صاحب قادیان	۱۵/۰/۰
۱۲	محمود حسین صاحب کمپونڈر دہلی	۵/۰/۰
۱۳	سید اختر احمد صاحب پٹنہ	۲۰/۰/۰
۱۴	ہارون خان صاحب بحساب جماعت احمدیہ کلکتہ	۴/۰/۰
۱۵	شہامت خان صاحب موسلی بنی مائینز	۲/۰/۰
۱۶	خلیل الدین احمد صاحب سری پاد	۰/۵/۰
۱۷	ورس خان صاحب کٹک	۲/۰/۰
۱۸	جماعت احمدیہ مالیر کوٹلہ	۱۰/۰/۰
۱۹	شمس النساء بیگم صاحبہ کلکتہ	۱/۴/۰
۲۰	ای محمود صاحب مالا بار کا کلکتہ	۱/۰/۰

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۳ء

ختم المہتدین

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں خاتم النبیین کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جس کے معنے ہمارے غیر احمدی علماء آخری نبی کے کرتے ہیں۔ اور اس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ بالکل بند ہو گیا ہے۔ آپ کے بعد کوئی شخص بھی نبوت کا درجہ اور مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ کیسا ہی فنافی الرسول ہو۔ اور اس کو یہ مقام فیض نبوت محمدیہ سے ہی حاصل ہوا ہو۔ احمدیہ جماعت جب علماء زمانہ کے ان معنوں کو زبان کے محاورہ، قرآنی آیات اور احادیث کی کتب سے غلط ثابت کرتی ہے۔ اور عقلی اور نقلی طور پر ان کا بطلان ظاہر کرتی ہے تو وہ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور اس وجہ سے احمدیہ جماعت اور اس کے مقدس بانی پر فتاویٰ کفر لگانے سے بھی نہیں چوکتے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اب بھی خاتم اور ختم کی ترکیبوں کو افضل اور اعلیٰ کے معنوں میں غیر احمدیوں کی طرف سے برابر استعمال کیا جا رہا ہے۔

چنانچہ ہفت روزہ "غریب" کانپور کی ۲۴ اگست ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں حضرت شیخ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے متعلق لکھا ہے۔

"قطب الاولیاء، شمس الفقراء، ختم المہتدین حضرت سیدنا خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی" (ص۳)

ظاہر ہے کہ خواجہ اجمیری رح کے متعلق "ختم المہتدین" کے الفاظ کے استعمال سے مضمون نویس کا یہ ہرگز مطلب نہیں۔ کہ چونکہ خواجہ اجمیر ختم المہتدین ہیں۔ اس لئے ان کے بعد کوئی مہتدی یا ہدایت یافتہ نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ خود اسی مضمون میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کو جو حضرت معین الدین چشتی رح کے شاگرد ہوئے ہیں اور اپنے زمانہ فیض رسانی کے اعتبار سے آپ کے بعد ہوئے ہیں۔ "سلطان الطریقت" "برہان الحقیقت"، "سراج الاولیاء" "تاج الاصفیاء" لکھا گیا ہے۔ اور آپ کے بعد اسی سلسلہ میں عظیم الشان بزرگ حضرت مسعود گنج شکر رح۔ حضرت نظام الدین اولیاء رح وغیرہم ہزارہا ہدایت یافتہ اور مقبول درگاہ ہستیاں ہوئی ہیں۔ پس جب حضرت خواجہ اجمیری رح کے "ختم المہتدین" ہونے کے باوجود ہزارہا ہدایت یافتہ اولیاء و اقطاب دنیائے اسلام میں آپ کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ اور ان کے لئے کوئی بندش نہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے باوصف اگر کوئی شخص فنافی الرسول کے انتہائی مقام پر پہنچکر نبوت محمدیہ کے فیضان سے دین حق کی خدمت کے لئے نبوت کے مقام پر فائز ہو جائے۔ تو کیا جائے اعتراض ہے

خدا تعالے ہمارے معزز [illegible] کو وہ انصاف بین نگاہ سے دینی مسائل [illegible] کی توفیق پائیں۔

چار زبانوں والا چھوٹا سا ملک

باوجود اس کے کہ اردو زبان کو دستور ہند میں ملک کی زبان تسلیم کیا گیا ہے۔ اور شمالی ہندوستان میں مافی الضمیر ادا کرنے کے لئے سب سے زیادہ اسی زبان کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ملک کے ایک بڑے طبقہ کی طرف سے اس قیمتی اور مفید زبان کی مخالفت کی جا رہی ہے اور یو۔پی میں جو اردو کا اصل وطن ہے اس کو علاقائی زبان تسلیم کرنے میں بھی گورنمنٹ کی طرف سے پس و پیش کیا جا رہا ہے۔

اردو زبان کے مخالفین علاوہ اور باتوں کے اردو کے خلاف یہ دلیل بھی دیتے ہیں۔ کہ اگر ہندی کے ساتھ اس کو پنپنے اور ترقی کرنے کا موقعہ دیا گیا۔ تو ملک کے اتحاد اور یکجہتی کو نقصان پہنچے گا۔ لیکن یہ عجیب منطقی دلیل اردو کے خلاف ہی استعمال کی جاتی ہے۔ جب گجراتی۔ بنگالی۔ اڑیا۔ تامل وغیرہ زبانوں کے بقاء، ترقی یا ترویج کا سوال پیدا ہوتا ہے تو یہ دلیل نظر نہیں آتی۔ اور ہندی کے ساتھ ان زبانوں کے رواج اور ترقی کی وجہ سے ملک کی یکجہتی اور اتحاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

گذشتہ دنوں معاصر "ہندوستان ٹائمز" نے قومی زبان کے مسئلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اس بات کا ذکر کیا۔ کہ سوئٹزرلینڈ جو یورپ کا ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ اس میں وہاں کے لوگوں کو چار زبانیں سیکھنی پڑتی ہیں۔ یعنی جرمنی اٹالین۔ فرانسیسی اور انگریزی اسی طرح یوگوسلاویہ جس کا رقبہ ہمارے ملک کے کسی ایک صوبہ سے بھی زیادہ نہیں، میں چھ جمہوریتیں پانچ قومیتیں۔ چار زبانیں تین مذاہب اور دو رسم خط پائے جاتے ہیں۔

اردو زبان کے خلاف اختلاف اور افتراق کی بنا پر دلیل بازی کرنے والوں کو ان حقائق پر ضرور غور کرنا چاہئے۔

وصیت کریں اور دوسروں سے کرائیں

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ ۱۹۴۲ء کے موقعہ پر "اسلامی نظام نو کی تعمیر" کے موضوع پر تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ:۔

"نظام نو کی بنیاد اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت کے ذریعہ ۱۹۰۵ء میں رکھدی تھی۔ جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا تو اس سے صرف تبلیغ ہی نہ ہوگی بلکہ اسلام کے منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائیگا اور دکھ درد اور تنگی ان شاء اللہ دنیا سے مٹا دیا جائے گا۔ یتیم بھیک نہ مانگے گا۔ بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گی۔ بے سامان پریشان نہ پھرے گا۔ کیونکہ وصیت ان تمام دکھوں کا علاج ہوگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر ایک جو وصیت کرتا ہے۔ وہ نظام نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔" (الفضل ۳۰ دسمبر ۱۹۴۲ء)

سو اے بھائیو! جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق اس لئے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں کہ:۔

"ایسی حالت بناؤ اور ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو اور ایسے تقویٰ کی راہ پر قدم مارو کہ وہ رحیم و کریم خوش ہو جائے۔ اپنی خلوت گاہوں کو ذکر الٰہی کی جگہ بناؤ اور اپنے دلوں پر سے ناپاکیوں کے زنگ دور کرو۔ بے جا کینوں حملوں اور بد زبانیوں سے پرہیز کرو اور قبل اس کے کہ وہ دن آئے جو انسانوں کو دیوانہ بنا دے بے قراری کی دعاؤں سے خود دیوانے بن جاؤ۔"

(اشتہار ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء)

خوب یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ارشاد خداوندی ادخلوا فی السلم کافۃ کے مطابق تمام دنیا کو اس روحانی سلک میں منسلک کرنے اور دائمی اور تمام دنیا کی اصلاح کا شاندار کام ہم سب کے سپرد کرتے ہوئے اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ کی وحی کے ماتحت یہ نہایت ضروری طریق اختیار کرنے کا تاکیدی ارشاد فرمایا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک احمدی مرد اور عورت موصی ہو کر جہاں تقویٰ شعار۔ محرمات سے پرہیز کرنیوالا کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرنے والا سچا اور صاف مسلمان بن جائے وہاں خدمت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے مال و جائداد اور آمد کی وصیت کرے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہیگا اعلائے کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔" (الوصیت)

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "یہ مالی آمدنی ایک بانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہیگی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کرینگے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس سلسلہ کو ترقی دیگا اسلئے امید کی جاتی ہے کہ اشاعت اسلام کیلئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جسکی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان اموال میں ان یتیموں اور مسکینوں اور نو مسلموں کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔" (الوصیت)

پس وصیت کی اہمیت کے اظہار کیلئے صرف یہی امر بیان کر دینا کافی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے الفاظ میں کہ:۔

"ہر ایک جو وصیت کرتا ہے وہ نظام نو کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔"

وصیت کرنیوالے تمام دوست اس عظیم الشان مقصد کو پورا کرنیوالے بنتے ہیں جسکے لئے اللہ تعالیٰ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو قائم فرمایا اور چونکہ مطابق ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے انسان کا اس میں دخل نہیں۔" (الوصیت)

اسلئے الوصیت کی شرائط کے مطابق وصیت کرنا خدا تعالیٰ کے حضور قرب پانے کا ایک یقینی اور بہترین ذریعہ ہے اور یاد رکھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام الوصیت کے مطابق وصیت کرنے والوں کو یہ بشارت دے چکے ہیں کہ

"جو اس (مقبرہ بہشتی) میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔" (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

نیز کہ "صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔" (الوصیت)

پس احباب جماعت کو چاہیئے کہ وہ وصیت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے رسالہ الوصیت کو غور سے پڑھیں اور جو پڑھ نہیں سکتے وہ دوسروں سے پڑھوا کر سنیں اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں تاکہ وہ صحیح اور حقیقی معنوں میں احمدی بن سکیں اور وصیت کر کے جہاں نظام نو کی تعمیر میں ممد ہوں وہاں خدائی بشارت کے ماتحت بہشتی بھی قرار پا سکیں۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اللہ تعالیٰ سب احمدی مردوں اور عورتوں کو وصیت کرنے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے اور اسلام کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

دست تو۔ دعائے تو۔ ترحم زِ خدا

از چوہدری عبدالقدیر صاحب درویش واقف زندگی قادیان

کچھ عرصہ پیشتر جب مجھے دہلی جانے کا اتفاق ہوا تو حضرت نظام الدین صاحب اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر دعا اور برکت کے لئے گیا بعد دعا میں نے درگاہ کے متولی جناب خواجہ حسن نظامی صاحب سے ملنے کی خواہش کی۔ جناب خواجہ صاحب موصوف کو بسبب تا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت و خط و کتابت، حضرت خلیفۃ المسیح الاول رض سے خط و کتابت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی زیارت و مراسم اور شاید خط و کتابت کا شرف بھی حاصل ہے ہمارے پہنچنے پر خواجہ صاحب کو اطلاع دی گئی۔ آپ اس وقت دوسری منزل پر تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس تین چار اور دوست بھی تھے۔ بعد سلام و پرسش احوال جناب خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دہلی تشریف لے جانے کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ ایک روز انہیں اطلاع دی گئی۔ کہ جناب مرزا صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) دعا کے لئے مزار پر آپ بہت سے مریدوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں بعد دعا .... انہیں (یعنی خواجہ صاحب) کو اطلاع کی گئی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام انہیں (یعنی خواجہ صاحب سے) ملنا چاہتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے انگلی کے اشارہ سے بتلایا کہ اُسی کمرے میں وہ کمرہ جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے اس سے قریباً بیس فٹ جانب مزار نچلی منزل میں تھا) ملاقات ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تین چار مرید تھے (جن میں سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے معین نام خواجہ صاحب نے بتائے تھے) خواجہ صاحب نے بتلایا کہ اثناء ملاقات میں انہوں نے ایک سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پوچھا کہ نبی کے ولی کے مزار پر آکر دعا کرنے کے کیا معنی؟ جس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اس دن دیا وہ ان کی تسلی کا باعث نہ ہوا۔ نیز بتلایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں ایک تحریر لکھ کر دی کہ

"جب ہم دہلی آئے اور یہاں کے باشندوں نے ہم سے انس و محبت محسوس نہیں کی تو ہمارے دل نے جوش مارا کہ ان اولیاء الرحمٰن کے مزاروں پر جائیں جو ہماری طرح اس دنیا کے جفاء و قفسلا (؟) اٹھا کر اپنے محبوب حقیقی کو جا ملے۔ اس لئے ہم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رض کے مزار پر آئے اور ہم نے وہاں خدا سے دعائیں کیں"۔

حضرت اقدس کی مندرجہ بالا تحریر خواجہ صاحب نے اپنے اخبار "منادی" دہلی ماہ ستمبر ۱۹۵۲ء میں شائع کرا دی ہے۔ اور الفضل مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں بھی چھپ گئی ہے۔

پھر خواجہ صاحب نے بتایا کہ وہ دوسرے روز حضرت اقدس علیہ السلام کو حضور کی قیام گاہ پر ملنے گئے (کیونکہ اسلامی تہذیب کے بموجب بازدید کی ملاقات ان پر ضروری ہو گئی تھی) اثناء ملاقات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خواجہ صاحب آپ کے سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کل مجھے الہاماً بتایا کہ

"دست تو دعائے تو ترحم ز خدا"

خواجہ صاحب نے مذکورہ الہام کا مطلب پوچھا تو حضرت اقدس نے فرمایا:۔

کہ اس الہام کے معانی کی تفہیم یوں ہوئی کہ "تیرا ہاتھ جو ان بزرگوں کے مزارات پر اٹھا ہے۔ اور تیری دعا جو اُن کے لئے کی گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا رحم ہے جو ان کے لئے جوش زن ہوا ہے۔

مذکورہ بالا الہام تذکرہ صفحہ ۵۲۶ پر بھی شائع شدہ ہے۔ حاشیہ تذکرہ میں مذکورہ الہام کا ترجمہ یوں لکھا ہوا ہے:۔

"تیرا ہاتھ اور تیری دعا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے رحم"۔ نیز لکھا ہوا ہے کہ

"یہ الہام قطب مینار سے واپس آتے ہوئے گاڑی میں مقبرہ منصور صفدر جنگ وزیر ہمایوں کے پاس ہوا"

نیز لکھا ہوا ہے

"یکم نومبر بمقام دہلی"

یعنی یہ کہ مندرجہ بالا الہام خواجہ صاحب کے سوال کے جواب میں ہوا تھا۔

حضور کے ایک الہام کا پورا ہونا

خواجہ صاحب نے مزید بتلایا کہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور خط موصول ہوا تھا۔ جب کہ وہ بیمار تھے۔ اور ان کی بیماری کی خبر اخبارات میں چھپی تھی۔ میں اس واقعہ کو خواجہ صاحب موصوف کے ہی الفاظ میں درج کرتا ہوں۔ جو انہوں نے اپنے اخبار "منادی" بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۲ء میں تحریر فرمائے ہیں۔ اور اخبار الفضل نے بھی اپنی اشاعت مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں نقل کئے ہیں

"مرزا صاحب کا دوسرا خط

قادیان جانے کے بعد مرزا صاحب کا ایک اور خط آیا کہ ہم نے اخبار وکیل امرتسر میں پڑھا ہے۔ کہ آپ کو دق ہو گئی ہے۔ اس لئے ہم نے آپ کی صحت کے لئے دعا مانگی اور ہم کو الہام ہوا خواجہ حسن نظامی ابھی بہت دن زندہ رہیں گے اور مسلمانوں کے بڑے بڑے کام کریں گے۔ اور ہم حکیم نورالدین صاحب سے آپ کے لئے دوا بھی پارسل کے ذریعہ روانہ کرتے ہیں۔

میں نے مرزا صاحب کو جواب دیا کہ میں شکریہ ادا کرتا ہوں مگر حکیم نورالدین صاحب کی دوا استعمال نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حکیم اجمل خاں صاحب نے مجھے دیکھا ہے اور حکیم نورالدین صاحب نے میرے مرض کی تشخیص نہیں کی"....

مندرجہ بالا عبارت میں "خواجہ حسن نظامی ابھی بہت دن زندہ رہیں گے"۔ کے الہامی الفاظ کس شان سے پورے ہوئے ہیں۔ خواجہ صاحب کی زندگی کا ہر دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔ اب ان کی عمر اسّی سال سے متجاوز ہے۔ باوجود بنیلا جسم اور نحیف و کمزور ساخت رکھنے کے اور لو اسیر اور دوسری بیماریوں میں مبتلا ہونے کے ابھی تک گھنٹوں تحریری اور تقریری کام کرتے ہیں۔ اور اپنے وسیع حلقہ احباب میں گہرے مراسم رکھے ہوئے ہیں۔

ادائیگی چندہ جات کے لحاظ سے جماعتوں کی درجہ بندی

صدر انجمن احمدیہ قادیان کا مالی سال یکم مئی سے شروع ہوتا ہے۔ آخر اگست تک سال رواں (۱۹۵۳-۵۴ء) کے پہلے چار ماہ گذر چکے ہیں ان چار ماہ کے عرصہ میں جماعتوں کی طرف سے وصول شدہ چندہ جات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ نظارت بیت المال اس معاملہ پر غور کر رہی ہے کہ ادائیگی چندہ جات کے لحاظ سے جملہ جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کی درجہ بندی کر دی جائے یعنی اس گذشتہ چار ماہ کے عرصہ میں تدریجی بجٹ کی نسبت سے اپنے واجب الادا چندہ جات کے مقابل پر ۹۰ فیصدی سے ۱۰۰ فیصدی تک اپنا بجٹ پورا کرنیوالی جماعتیں درجہ فائق میں (۲) ۷۰ فیصدی سے ۸۹ فیصدی تک اپنا بجٹ پورا کرنیوالی جماعتیں درجہ "الف" (۳) ۵۰ فیصدی سے ۶۹ فیصدی تک اپنا بجٹ پورا کرنیوالی جماعتیں درجہ "ب" (۴) ۲۵ فیصدی سے ۴۹ فیصدی تک اپنا بجٹ پورا کرنیوالی جماعتیں درجہ "ج" اور (۵) ۲۴ فی صدی یا اس سے کم یا بالکل نادہند جماعتیں درجہ "د" میں شمار ہونگی۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ اس درجہ بندی کے مطابق جماعتوں کی فہرستیں اخبار "بدر" میں شائع کر دی جائیں۔

جماعتوں کی درجہ بندی کی ایک غرض تو یہ ہے کہ جماعتوں کے عہدیداران مال کو چندہ جات کی وصولی میں کی گئی گذشتہ جد و جہد کے آئینہ میں اپنی جماعت کا معیار نظر آ جائے۔ اور وہ گذشتہ کوتاہیوں کا ازالہ کرتے ہوئے اپنی جماعت کو آئندہ اوپر والے درجہ میں جانے کی کوشش کریں۔ دوسری غرض اس درجہ بندی کی یہ ہے کہ اس طرح نظارت ہذا کو علم ہوتا رہیگا کہ کس کس جماعت کے عہدیدار اپنے فرائض کو کما حقہٗ ادا کر رہے ہیں۔ اور کون کون سی جماعتیں اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں غفلت برت رہی ہیں تا ان موخر الذکر جماعتوں کی بحیثیت مجموعی اور افراد کی انفرادی طور پر اصلاح کے لئے ٹھوس رنگ میں کارروائی کی جا سکے۔ نظارت ہذا اس بات کا پختہ ارادہ کر چکی ہے کہ درجہ "د" کی جماعتوں کا معاملہ ابتدائی دفتری کارروائی کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو سکے سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کر دیا جائیگا اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد درجہ ج ب الف والی جماعتوں کے معاملات بھی حضور کی خدمت میں پیش کر دیئے جائیں گے۔

بہذا بذریعہ اعلان ہذا جملہ جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے عہدیداران مال کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ اپنی جماعتوں کے منظور شدہ بجٹ ۱۹۵۳-۵۴ء اور اس کے مقابل پر ان چار ماہ کے عرصہ میں حسب الادا ہونے والی مرکز میں بھجوائی گئی رقوم چندہ جات کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ان کی جماعت کا نام درجہ فائق میں آتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اپنی جماعت کے ذمہ تدریجی بجٹ کی نسبت سے ان چار ماہ کے عرصہ میں کم جمع شدہ رقوم چندہ جات فوری طور پر مرکز میں ارسال کر کے اپنی جماعت کو درجہ فائق والی فہرست میں شامل کرائیں تا کہ بعد میں ندامت نہ اٹھانی پڑے۔ نظارت بیت المال کی طرف سے ہر جماعت کے سیکرٹری صاحب مال کو اس کی جماعت کے مشخصہ بجٹ ۱۹۵۳-۵۴ء اور اس کے مقابل پر تدریجی بجٹ کی نسبت سے ان چار ماہ کے عرصہ میں وصول شدہ چندہ جات نیز بقایا کی تفصیل اس غرض کیلئے بھجوائی جا رہی ہے۔ تاکہ وہ اپنی جماعت کے ذمہ بقایا چندہ کی وصولی کیلئے موثر رنگ میں کوشش کر کے جلد از جلد رقوم مرکز میں بھجوا سکیں زیادہ سے زیادہ ۲۰ ستمبر ۱۹۵۳ء تک انتظار کیا جائیگا۔ اسکے بعد اس درجہ بندی کے لحاظ سے جماعتوں کی فہرستیں شائع کر دی جائیں گی۔

سلسلہ کی موجودہ مالی مشکلات اور ضروریات کسی تشریح کی محتاج نہیں ہر وہ شخص جو صدق دل سے جماعت میں داخل ہے اور سلسلہ کیلئے اپنے دل میں درد رکھتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے ذمہ بقایا جات کی فوری طور پر ادائیگی کر کے عندہ آئندہ بھی باقاعدہ باشرح چندہ ادا کرے اور ثابت کر دے کہ وہ اپنی بیعت کے اس مقدس عہد کو کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" درحقیقت اپنے عمل سے پورا کر رہا ہے۔ امید ہے کہ جملہ احباب جماعت ادائیگی چندہ جات میں خصوصاً اور عہدیداران مال وصولی چندہ جات میں کما حقہٗ کوشش کر کے عند اللہ ماجور ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سرکولر نمبر ۳۲-۵۳
۲-۹-۵۳-۳۲

(ناظر بیت المال قادیان)

جہاد

از جناب سید سلیمان صاحب ندوی

(۲)

جہاد کی قسمیں

۱۔ جب جہاد کے معنی محنت، سعی بلیغ اور جدوجہد کے ہیں تو ہر نیک کام اس کے تحت میں داخل ہو سکتا ہے۔ علمائے دین کی اصطلاح میں جہاد کی سب سے اعلیٰ قسم خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے اور اسی کا نام اُن کے ہاں "جہادِ اکبر" ہے۔ خطیب نے تاریخ میں حضرت جابرؓ صحابی سے روایت کی ہے کہ آپ نے اُن صحابہ سے جو ابھی ابھی لڑائی کے میدان سے واپس آئے تھے۔ فرمایا:۔

"تمہارا آنا مبارک۔ تم چھوٹے جہاد (غزوہ) سے بڑے جہاد کی طرف آئے ہو، کہ بڑا جہاد بندہ کا اپنے ہوائے نفس سے لڑنا ہے"۔

حدیث کی دوسری کتابوں میں اس قسم کی بعض اور روائتیں بھی ہیں۔ چنانچہ ابن نجار نے حضرت ابوذرؓ سے روائیت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "بہترین جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنی خواہش سے جہاد کرے"۔ یہی روائیت دیلمی میں ان الفاظ میں ہے کہ "بہترین جہاد یہ ہے کہ تم خدا کے لئے اپنے نفس اور اپنی خواہش سے جہاد کرو"۔

یہ تینوں روائتیں گو فن کے لحاظ سے چنداں مستند نہیں ہیں۔ مگر یہ درحقیقت بعض صحیح حدیثوں کی تائید اور قرآن پاک کی اس آیت کی تفسیر ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (عنکبوت)

اور جنہوں نے ہمارے بارہ میں جہاد کیا (یعنی محنت اور تکلیف اٹھائی) ہم اُن کو اپنا راستہ آپ دکھائیں گے۔ اور بے شبہ خدا نیکوکاروں کے ساتھ ہے

اس پوری سورہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حق کے لئے ہر مصیبت و تکلیف میں ثابت قدم اور بے خوف رہنے کی تعلیم دی ہے اور اگلے پیغمبروں کے کارناموں کو ذکر کیا ہے کہ وہ ان مشکلات میں کیسے ثابت قدم رہے۔ اور بالآخر خدا نے اُن کو کامیاب اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ سورہ کے آغاز میں ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (عنکبوت ۱۔)

اور جو کوئی جہاد کرتا ہے (یعنی محنت اُٹھاتا ہے) وہ اپنے ہی نفس کے لئے جہاد کرتا ہے۔ اللہ تو جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

اور سورہ کے آخر میں فرمایا کہ "ہمارے کام میں یا خود ہماری ذات کے حصول میں یا ہماری خوشنودی کی طلب میں جو جہاد کرے گا اور محنت اُٹھائے گا ہم اُس کے لئے اپنے تک پہنچنے کا راستہ آپ صاف کر دینگے۔ اور اس کو اپنی راہ آپ دکھائیں گے"۔ یہی مجاہدہ کامیابی کا زینہ اور روحانی ترقیوں کا وسیلہ ہے۔ سورہ حج میں ارشاد ہوا۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (حج ۔ ۱۰)

اور محنت کرو اللہ میں پوری محنت، اس نے تم کو چنا ہے اور تمہارے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی۔ تمہارے باپ ابراہیم کا دین"

یہ اللہ میں محنت اور جہاد کرنا ہی جہادِ اکبر ہے جس پر ملت ابراہیمی کی بنا ہے۔ یعنی حق کی راہ میں عیش و آرام، اہل و عیال اور جان و مال ہر چیز کو قربان کر دینا۔ ترمذی۔ طبرانی، حاکم اور صحیح ابن حبان میں ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے صحابہ سے فرمایا کہ المجاهد من جاهد نفسه۔ یعنی مجاہد وہ ہے۔ جو اپنے نفس سے جہاد کرے"۔ صحیح مسلم میں ہے۔ کہ ایک دفعہ آپؐ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ "تم پہلوان کس کو کہتے ہو"؟ عرض کیا۔ جس کو لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔ فرمایا نہیں پہلوان وہ ہے۔ جو غصہ میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ یعنی جو اس پہلوان کو پچھاڑ سکے۔ اور اس حریف کو زیر کرسکے جس کا اکھاڑہ خود اس کے سینہ میں ہے۔

۲۔ جہاد کی ایک اور قسم جہاد بالعلم ہے۔ دنیا کا تمام شر و فساد جہالت کا نتیجہ ہے۔ اس کا دور کرنا ہر حق طلب کے لئے ضروری ہے۔ ایک انسان کے پاس اگر عقل و معرفت اور علم و دانش کی روشنی ہے۔ تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس سے دوسرے تاریک دلوں کو فائدہ پہنچائے۔ تلوار کی دلیل سے قلب میں وہ طمانیت نہیں پیدا ہو سکتی جو دلیل و برہان کی قوت سے لوگوں کے سینوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا کہ

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (نحل ۔ ۱۶)

تو لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف آنے کا بلاوا حکمت و دانائی کی باتوں کے ذریعہ سے اور اچھی طرح سمجھا کر دے، اور مناظرہ کرنا ہو تو وہ بھی اچھے اسلوب سے کر۔

دین کی یہ تبلیغ و دعوت بھی جو سراسر علمی طریق سے ہے جہاد کی ایک قسم ہے۔ اور اسی طریقۂ دعوت کا نام "جہاد بالقرآن" ہے۔ کہ قرآن خود اپنی آپ دلیل۔ اپنی آپ موعظت اور اپنے لئے آپ مناظرہ ہے۔ قرآن کے ایک سچے عالم کو قرآن کی صداقت اور سچائی کے لئے قرآن سے باہر کی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی جہاد یعنی روحانی بدایوں کی فوجوں کو شکست دینے کے لئے یہی قرآنی تلوار ہاتھ میں دی گئی، اور اسی سے کفار اور منافقین کے شکوک و شبہات کے پردوں کو ہزیمت دینے کا حکم دیا گیا ارشاد ہوا۔

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (فرقان ۵)

تو کافروں کا کہا نہ مان۔ اور بذریعہ قرآن کے ان سے جہاد کر۔ بڑا جہاد۔

بذریعہ قرآن کے جہاد کر یعنی قرآن کے ذریعہ سے تو اُن کا مقابلہ کر۔ اس قرآنی جہاد و مقابلہ کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کبیر بڑا جہاد اور بڑے زور کا مقابلہ فرمایا۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ اس جہاد بالعلم کی اہمیت قرآن کی نظر میں کتنی ہے۔ علما نے بھی اس اہمیت کو محسوس کیا ہے اور اس کو جہاد کا عظیم الشان درجہ قرار دیا ہے امام ابوبکر رازی حنفی نے احکام القرآن میں اس پر لطیف بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ جہاد بالعلم کا درجہ جہاد بالنفس اور جہاد بالمال دونوں سے بڑھ کر ہے۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ حق کی حمایت اور دین کی نصرت کے لئے عقل، فہم، علم اور بصیرت حاصل کرے اور اُن کو اس راہ میں صرف کرے۔ اور وہ تمام علوم جو اس راہ میں کام آ سکتے ہوں ان کو اس لئے حاصل کرے کہ اُن کو حق کی اشاعت اور دین کی مدافعت کا ذریعہ انجام پائے گا۔ یہ علم کا جہاد ہے۔ جو اہل علم پر فرض ہے۔

۳۔ جہاد بالمال

انسان کو اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت عطا کی ہے۔ اس کا منشا بھی یہ ہے کہ اس کو خدا کی مرضی کے راستوں میں خرچ کیا جائے یہاں تک کہ اس کو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے آرام و آسائش کے لئے بھی خرچ کیا جائے تو اسی کی مرضی کے لئے دنیا کا ہر کام روپیہ کا محتاج ہے چنانچہ حق کی حمایت اور نصرت کے کام بھی اکثر روپے پر موقوف ہیں۔ اس لئے اس جہاد بالمال کی اہمیت بھی کم نہیں ہے۔ دوسری اجتماعی تحریکوں کی طرح اسلام کو بھی اپنی ہر قسم کی تحریکات اور جد و جہد میں سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اس سرمایہ کا فراہم کرنا اور اس کے لئے مسلمانوں کا اپنے اوپر ہر طرح کا ایثار گوارا کرنا جہاد بالمال ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و صحبت کی برکت سے صحابہ کرام نے اپنی عام غربت اور ناداری کے باوجود اسلام کی سخت سی سخت گھڑیوں میں جس طرح مالی جہاد کیا ہے وہ اسلام کی تاریخ کے روشن کارنامے ہیں۔ اور ان ہی آبیاریوں سے دینِ حق کا باغ چمن آرائے نبوت کے ہاتھوں سرسبز و شاداب ہوا۔ اور اسی لئے اسلام میں ان بزرگوں کا بہت بڑا رتبہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (انفال ۔ ۱)

بے شک وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے جہاد کیا۔

قرآن پاک میں مالی جہاد کی تنبیہ و تاکید کے متعلق بکثرت آیتیں ہیں۔ بلکہ بمشکل کہیں جہاد کا حکم ہوگا۔ جہاں اس جہاد بالمال کا ذکر نہ ہو۔ اور قابلِ لحاظ یہ امر ہے کہ ان میں سے ہر ایک موقع پر جان کے جہاد پر مال کے جہاد کو تقدم بخشا گیا ہے۔ جیسے

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (توبہ ۔ ۶)

ہلکے یا بھاری ہو کر جس طرح ہو نکلو۔ اور اپنے مال اور اپنی جان سے خدا کے راستے میں جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم کو معلوم ہو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (حجرات ۲)

مومن وہی ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے۔ پھر اس میں شک نہیں کیا۔ اور اپنے مال اور اپنی جان سے خدا کے راستہ میں جہاد کیا یہی سچے اترنے والے ہیں۔

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً (نساء ۔ ۱۳)

اپنے مال اور نفس سے جہاد کرنے والوں کو اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ کی فضیلت دی ہے۔

اس تقدم کے کئی اسباب اور مصلحتیں ہیں میدانِ جنگ میں ذاتی اور جسمانی شرکت ہر شخص کے لئے ممکن نہیں۔ لیکن مالی شرکت ہر ایک کے لئے آسان ہے۔

(باقی)

مسلمان بادشاہوں کے غیر مسلم امراء

(۲)

از مکرم خورشید احمد صاحب متعلم جامعۃ المبشرین قادیان

پہلی قسط میں ناظرین چند غیر مسلم راجوں اور امیروں کے مختصر حالات زندگی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جنہوں نے مسلمان بادشاہوں کے ماتحت سلطنت کو اپنی جان اپنے مال اور اپنے اخلاص سے طاقت بخشی۔ وہ جاں نثار ملک کی ترقی کے لئے مذہبی اختلافات کو بالا رکھ کر کوشاں رہے ایسے ہی چند ایک غیر مسلم راجوں اور سرداروں کا ذکر اس قسط میں بھی کیا جاتا ہے۔ تاکہ آج ہمارے سب ملکی بھائیوں کو اتحاد و اتفاق کا احساس پیدا ہو۔ جبکہ ملک کو اس زمانے سے بڑھ کر آج اتحاد کی ضرورت ہے۔

بھرجی

دکن اور گجرات کے درمیان بگلانہ کی زمینداری بھرجی خاندان کی تھی۔ یہ لوگ اپنے آپ کو راجہ جے چند راٹھور کی نسل سے شمار کرتے تھے۔ ان کی زمینداری چودہ سو برس سے چلی آ رہی تھی۔ کسی زمانہ میں ان کا اپنا سکہ بھی چلتا تھا۔ بعد میں یہ گجرات اور دکن کے بادشاہوں کی خدمت میں پیشکش پیش کیا کرتے تھے۔ ۹۸۰ھ میں یہ اپنے آپ کو شہنشاہ اکبر کا باجگذار سمجھنے لگے۔ خاندان کا سردار بھرجی کے خطاب سے گدی نشین ہوا کرتا تھا۔ آخر شہنشاہ شاہجہان کے وقت بھرجی کو دربار شاہجہانی سے منصب سہ ہزاری۔ دو ہزار سوار کا عہدہ ملا۔ اور پرگنہ سلطان پور جاگیر میں عطا ہوا۔ بھرجی کی وفات پر اس کے بیٹے پریم جی کو دولت مند کا خطاب منصب ہزاری۔ پانصد سوار سے سرفراز کیا گیا۔ پرگنہ پونار خاندیس جاگیر میں مرحمت ہوا۔

راجہ بیٹھلداس گوڑ

میواڑ کی سرزمین راجگان راٹھور اور سیسودیہ سے پہلے گوڑ گوت کے راجپوتوں کے قبضہ میں تھی۔ راٹھور اور سیسودیہ خاندانوں کے زور کے وقت اس گوت کے راجہ چھوٹے چھوٹے مقامات کے راجہ رہ گئے۔ گوڑ گوت کا راجہ گوپال داس گوڑ شہنشاہ شاہجہان کی شہزادگی کے عالم میں شہزادہ کی حفاظت میں مع اپنے بیٹے بیرام کے مارا گیا۔ تو راجہ گوپال داس کا بیٹا بیٹھلداس اپنے وطن خیبر سے شہزادہ کے پاس آیا۔ شہزادہ نے تسلی و تشفی اور انعام دیا۔ تخت پر بیٹھتے ہی تین ہزار بلعد ذات علم۔ اسپ۔ فیل عطا کئے۔ راجہ کا خطاب دیا۔ اور منصب سہ ہزار۔ پانصد سوار پر سرفراز فرمایا۔

بہت سی جنگوں میں شامل ہو کر حق خدمت ادا کرتا رہا ۱۰۵۵ھ میں شہنشاہ شاہجہان کے جشن دہلی کے موقعہ پر منصب پنج ہزاری۔ پنج ہزار سوار پر ترقی ہوئی۔ اور صوبہ کابل میں متعین کیا گیا آخر ایک ہزار سوار منصب کے دو اسپہ سہ اسپہ اور ترقی پائی۔ ۱۰۶۱ھ میں اپنے وطن وفات پائی۔

راجہ بیٹھلداس کے چار بیٹے تھے۔ بادشاہ نے چھ لاکھ روپیہ نقد بڑے بیٹے انرودھ کو۔ تین لاکھ ارجن کو۔ ساٹھ ہزار روپیہ بھیم کو۔ اور چالیس ہزار روپیہ ہرجس کو عنایت کئے۔ ارجن باپ کے مرنے کے بعد ہزار و پانصدی۔ ہزار و پانصد سوار سے سرفراز کیا گیا۔ ۱۰۶۸ھ میں مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ اجین کی جنگ میں دارا شکوہ کی طرف سے شامل ہوا۔ رام رام کا نعرہ لگاتا اورنگزیب کی صفوں میں جا گھسا۔ نہایت بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ بھیم اور ہرجس شاہی ملازمت میں تھے۔ ہرجس تو عہد عالمگیری میں بھی ملازمت میں داخل تھا۔ راجہ انرودھ گوڑ نے کافی ترقی کی۔ شہنشاہ اورنگ زیب کے وقت منصب سہ ہزار و پانصدی اور سہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سرفراز تھا۔ کئی مہموں میں شامل ہوا۔ آخر ۱۰۷۸ھ میں وفات پائی۔

راؤ بھاؤ سنگھ ہاڑا

یہ ستر سال ہاڑا کا بیٹا تھا ستر سال ہاڑا کی بہادری و شجاعت کا سکہ اس زمانہ میں مانا جاتا تھا۔ دارا شکوہ کا جاں نثار دوست تھا جنگ سموگڑھ میں اورنگ زیب کے خلاف دارا شکوہ کی دوستی میں دوستی کے حق کو ادا کرتے ہوئے مارا گیا۔

راؤ بھاؤ سنگھ شہنشاہ عالمگیر کے تخت نشینی کے پہلے سال اپنے وطن بوندی سے دربار میں آیا۔ شہنشاہ نے علم۔ نقارہ۔ اور راؤ کا خطاب فرما کر منصب سہ ہزاری و دو ہزار سوار پر سرفراز فرمایا۔ اور اس کا وطن بوندی جاگیر میں عطا کیا۔

شہزادہ شجاع کی لڑائی میں توپ خانہ شاہی کا انتظام راؤ جی کے سپرد تھا۔ کئی دیگر مہموں میں اپنی شجاعت کا ثبوت دیا۔ ان کی بہن کی شادی مہاراجہ جسونت سنگھ کے ساتھ ہوئی تھی ایک وقت آیا کہ جب مہاراجہ جسونت سنگھ شہنشاہ اورنگ زیب کے خلاف ہونا چاہتے تھے۔ اپنی رانی کے ذریعہ راؤ جی پر بہت زور ڈلوایا۔ کہ وہ بھی بادشاہ کے خلاف ہو جائے مگر راؤ جی نے خاندانی اوصاف اور شہنشاہ کے نمک کا خیال رکھتے ہوئے بہن اور بہنوئی کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ راؤ بھاؤ سنگھ لاولد مرے۔ شہنشاہ اورنگ زیب نے راؤ جی کے بھائی بھگونت سنگھ کے پوتے انرودھ سنگھ ولد کشن سنگھ کو راؤ جی کا جانشین مقرر کیا۔ اور بوندی کی حکومت عطا کی۔

انرودھ سنگھ کی وفات کے بعد اس کے بیٹے بدھ سنگھ کو بہادر شاہ نے اپنے عہد میں منصب سہ ہزاری و پانصدی اور اسیقدر سوار پر ممتاز کیا۔ اور رام راجہ کا خطاب عطا فرمایا۔ کوٹہ۔ موسیدانہ کی زمینداری انعام میں دی۔ بدھ سنگھ کے بعد اس کا بیٹا امید سنگھ اور اسکے بعد اس کا پوتا کشن سنگھ گدی پر بیٹھے۔

"موتمن الدولہ عمدۃ الملک راجہ ٹوڈرمل"

شہنشاہ اکبر کے نورتنوں میں سے ایک درخشان رتن راجہ ٹوڈرمل تھے۔ ذات کے کھتری گوت کھتری لاہور کے رہنے والے تھے۔ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ نے ان کا وطن لاہرپور علاقہ اودھ محقق کیا ہے۔

آغاز میں خواجہ مظفر خان کے دیوان مقرر ہوئے۔ قواعد کی پابندی۔ کاموں میں صفائی۔ غور و خوض عادت میں داخل ہو چکے تھے "ہونہار بروا کے ہونت چکنے پات" جلد جلد بڑھتے گئے۔ اور شہنشاہ اکبر کے خاص منظور نظر ہو گئے۔ حتیٰ کہ مظفر خاں سے چلنے لگی۔ راجہ جی کو اپنی قابلیت دکھانے کا اچھا موقعہ ملا تھا۔ دفتر کے انتظام کے علاوہ راجہ جی نے پیادہ۔ سوار۔ توپ خانہ۔ بہیر۔ رسد وغیرہ فوجی محکموں کے پرانے طریقوں میں اصلاح کرنی شروع کر دی۔ جس سے شاہ نے ان کی قابلیت کو محسوس کیا۔ کئی معرکوں میں راجہ جی نے قابلیت کے جوہر دکھائے شہنشاہ کے دل پر راجہ کے گہرے نقش جم گئے۔ مہم بہار۔ مہم بنگالہ۔ بغاوت بنگالہ۔ مہم یوسف زئی۔ میں شریک ہوئے۔ مہم بنگالہ کے بعد شہنشاہ نے راجہ جی کو دیوانی کا منصب عطا کیا۔ وزارت کل اور وکالت مستقل کے معزز عہدے پر سرفراز فرمایا۔ گجرات کی مہم میں راجہ جی نے ہی وزیر خان کو مرد بنا کر میدان میں کھڑا کیا تھا جب راجہ جی کے آنے کی خبر باغیوں نے سنی تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ راجہ جی نے تعاقب کیا۔ آخر باغیوں کو ایک تنگ جگہ مجبوراً لڑنا پڑا۔ باغی شکست کھا کر بھاگے۔ راجہ جی نے مال غنیمت اور قیدی دربار شاہی میں بھیجے۔ ان قیدیوں میں وہ عورتیں بھی اسی مردانہ سپاہیانہ لباس میں بھیجی گئیں۔ جن کو گلرخ بیگم نے مردانہ لباس پہنا کر گھوڑوں پر سوار کرا کے میدان جنگ میں بھیجا تھا۔ ان زنانی۔ مردانگی تبدیلیوں کے نمونہ کو راجہ کے بیٹے دھارو نے شاہ کے حضور پیش کیا۔

۹۹۳ھ میں منصب چار ہزاری سے ممتاز ہوئے۔ ۹۹۷ھ میں شہنشاہ اکبر کشمیر کی سیر کو گئے۔ راجہ جی لاہور میں بیمار ہوئے۔ اور اسی بیماری میں وفات پائی۔

راجہ جی اپنے مذہب کے بہت پکے تھے۔ پوجا۔ پاٹ۔ گیان دھیان میں مصروف رہتے۔ بغیر پوجا کئے نہ کھانا کھاتے نہ کوئی دنیاوی کام کرتے تھے۔

شیخ ابو الفضل نے ایک مقام پر ان کے متعلق لکھا ہے۔ کہ بادشاہ نے مقدمات ملکی اور مالی اس کے فہم و فراست پر حوالہ کر کے دیوان کل ہندوستان کا مقرر فرمایا۔ وہ راستی اور کم طمعی میں عمدہ خدمت گذار تھا۔ بے لالچ کاروبار کرتا تھا . . . . . . بیدردی اور بے طمعی کے ساتھ عرق ریز کاروان اور قدر دان خدمت گذار تھا۔

دفتر کا انتظام اور قواعد۔ زمین کا انتظام۔ ملکی انتظام میں اصلاحات وغیرہ جملہ امور میں راجہ ٹوڈرمل کی قابلیت کو تاریخوں میں سراہا گیا ہے ۹۹۰ھ میں سونے سے کرتا بنے کے سکوں تک میں انہی کی تجویز سے اصلاحیں ہوئیں۔ دفاتر میں راجہ جی نے فارسی کو داخل کیا۔ اور کثرت سے ہندو فارسی پڑھنے لگے۔ اگر راجہ ٹوڈرمل کو سلطنت مغلیہ کا وہ دست راست کہیں۔ جو شہنشاہ اکبر کے اشارے سے اٹھتا اور انہی کے اشارے سے گرتا تھا۔ تو بے جا نہ ہوگا۔ راجہ ٹوڈرمل نے دو بیٹے چھوڑے۔ بڑا بیٹا دھارا تھا۔ وفات کے وقت منصب ہفت صدی پر فائز تھا۔ اور دوسرا بیٹا

راجہ کلیان

شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں منصب یک ہزار پانصدی۔ ہشت صد سوار پر سرفراز تھا۔ اور اس کے بعد ہزار و ہفت صدی۔ ہزار سوار پر مفتخر ہوا۔ اور اڑیسہ کا گورنر مقرر کیا گیا چھ سال گورنری کے عرصہ میں دربار میں کچھ شکایتیں پہنچیں۔ تحقیقات پر راجہ کلیان بے قصور ثابت ہوئے۔ شہنشاہ نے حسب دستور سابق ملازمت عطا کی۔ اور سو اشرفیاں ایک

ہزار روپیہ نقد - ایک لڑی مرارید کی جس میں اسی دانے اور دو لعل تھے - ایک پہنچی جس میں ایک لعل اور دو دانے مروارید کے تھے - ایک سونے کا بنا ہوا خوبصورت گھوڑا - جس میں جواہرات جڑے تھے انہوں نے پیشکش میں گذارے۔

جادون راؤ

جادون راؤ سیواجی مرہٹہ کے نانا تھے - ان کا اصل نام لکھوجی تھا - لکھوجی پہلے ملک عنبر کی فوج میں تھے - اعزازی لقب جادون راؤ ملا - ملک عنبر کے ہاں ترقی کرتے کرتے درجہ امارت اور دس ہزار سواروں کی سرداری کے منصب پر جا پہنچے۔

شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں جب شہزادہ خورم (شاہجہان) ملک عنبر کی فوجوں سے برسر پیکار تھا - تو جادون راؤ کے شہزادہ سے مل جانے سے ملک عنبر کو شکست ہو گئی۔

شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں ان کو پانچ ہزاری منصب اور پانچ ہزار سوار کی سرداری کا عہدہ ملا - بیٹوں اور پوتوں کے منصب علیحدہ علیحدہ مقرر ہو گئے - کل خاندان کا منصب چوبیس ہزار - پندرہ ہزار سوار تھا۔

شاہجہان کی تخت نشینی کے تیسرے سال نامعلوم کونسا خیال دل میں گذرا - کہ اپنے سفا کیوں کے ساتھ چپکے سے نظام شاہ کے پاس چلے گئے - وہاں کسی سازش سے قتل کر دیئے گئے - ان کی زوجہ گرجائی (گیرجا بائی) نے شہنشاہ شاہجہان کی خدمت میں معافی نامہ لکھا - شاہ نے از راہ ترحم معاف فرمایا - اور حسب ذیل اشخاص کو منصب عطا فرمائے۔

دنت جی رکن خاندان - ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ نقد برائے امداد۔

جگدیو رائے برادر جادون رائے - منصب چہار ہزاری - سہ ہزار سوار

تلنگ راؤ پوتا جادون رائے - منصب سہ ہزاری ہزار و پانصد سوار - خطاب جادون رائے - خلعت اور مرصع خنجر -

سیمقوجی پوتا جادون راؤ - منصب دو ہزاری ہزار سوار - خنجر مرصع - خلعت - اسپ - فیل بہادر جی ولد جادون راؤ - منصب پانچہزاری - پنج ہزار سوار - علم و نقارہ - خلعت - کھپوہ مرصع پچاس ہزار روپیہ نقد - ایک گھوڑا مع سونے کی زین کے ایک ہاتھی -

دتا جی - بہادر جی کے وفات کے بعد شہنشاہ نے اس کے بیٹے دتا جی کو منصب سہ ہزاری - ہزار سوار پر متعین کیا۔

مہاراجہ جسونت سنگھ راٹھور

مہاراجہ گج سنگھ راٹھور کے بیٹے تھے ۱۰۴۸ھ میں باپ کی وفات پر شاہجہان نے جسونت سنگھ کو اس کا جانشین مقرر کیا - خلعت - جمدھر مرصع علم و نقارہ اسپ مع زین طلا اور فیل عطا کر کے راجہ کا خطاب فرمایا - منصب چہار ہزاری چہار صد سوار پر مقرر کر کے راجہ جی کا اتالیق مقرر کیا۔

مہاراجہ جسونت سنگھ - جے سنگھ - راجہ مان سنگھ وغیرہ ایسے لوگ تھے - جن کو سلطنت مغلیہ کا مینار کہنا بے جا نہ ہو گا - تاریخیں ان کے حالات سے بھری پڑی ہیں - تفصیل میں نہ جاتے ہوئے صرف اتنا ہی کافی ہو گا - کہ شہنشاہ شاہجہان کی بیماری پر اورنگ زیب کو روکنے کے لئے شاہ نے مہاراجہ کو بھیجا تھا - اور جانے سے قبل سرکار کی طرف سے مہاراجہ کو ایک لاکھ روپیہ نقد - سو گھوڑے - ایک ہاتھی - اور صوبہ مالوہ کی گورنری عطا ہوئی - منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار - پانچ سو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ عطا ہوا - تمام شاہی فوجوں کی سپہ سالاری آپ کو دی گئی - قاسم خان جیسے مسلم امیر آپ کے ماتحت تھے۔

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں بھی آپ فوجوں کے سپہ سالار رہے - اور بڑے بڑے کاموں میں اپنی ذہانت اور شجاعت دکھاتے رہے - آخیر دم تک ملازمت شاہی میں رہے۔

راجہ جے سنگھ کچھواہا

یہ دور اندیش - سلیم الطبع - صلح جو راجہ - راجہ مہا سنگھ کے بیٹے اور مرزا - راجہ مان سنگھ کے پڑپوتے تھے - نو برس کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا - بارہ برس کی عمر میں شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں آئے - شاہ نے اس عمر میں منصب ہزاری - پانصد سوار پر سرفراز فرمایا - مرزا - راجہ بہاؤ سنگھ کی وفات ۱۰۳۰ھ میں آمیر کی موروثی گدی کے جانشین مقرر کئے گئے - اور منصب دو ہزار - ہزار و پانصد سوار پر سرفراز ہوئے - اور بتدریج ترقی کرتے کرتے شہنشاہ شاہجہان کے عہد میں منصب پانچہزاری ذات - پنجہزار سوار پر پہنچے - ۱۰۴۶ھ میں پرگنہ "چانسوار" جاگیر میں عطا ہوا - مہمات کے مواقع پر ہاتھی - گھوڑے - طلائی اشیاء - خلعت - پھول کٹارہ کئی قسم کے انعامات عطا ہوتے رہے - ۱۰۵۹ھ میں بمقام کابل شہنشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوئے - علاوہ پہلے منصب کے دو ہزار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز ہوئے - دو لاکھ روپیہ نقد عنایت ہوا۔

۱۰۵۸ھ میں مہم قندھار سے واپس آکر منصب پنجہزاری ذات - پنجہزار سوار چہار ہزار دو اسپہ - سہ اسپہ سے سرفراز کئے گئے اور پرگنہ کلیانہ جس کی مالگذاری ستر لاکھ درم تھی - جاگیر میں عطا ہوا - (۴۰ درم = ایک روپیہ)
شہنشاہ شاہجہان کی بیماری کا سن کر جب سب شہزادے خود مختاری کا اعلان کر کے آگرہ کی طرف بڑھے - تو راجہ جے سنگھ کو منصب شش ہزاری - شش ہزار سوار - دو اسپہ سہ اسپہ سے نوازا گیا - اور شاہزادہ سلیمان شکوہ کے ساتھ شجاع کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا گیا اس موقعہ پر ڈاکٹر برنیر لکھتے ہیں کہ "شاہجہان نے راجہ جے سنگھ کو جو اس وقت کے راجاؤں میں سے سب سے زیادہ قابل شخص تھا - بطور مشیر خاص پوتے کے ساتھ کیا - اور اس کو پوشیدہ یہ ہدایت کی - کہ حتی الامکان جنگ نہ ہونے دینا . . . . . اس لڑائی کے بعد مرزا - راجہ جے سنگھ منصب ہفت ہزاری ذات ہفت ہزار سوار - پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سربلند ہوئے۔

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں سپہ سالار رہے - اور بڑی جنگوں میں شریک ہوئے شاہانہ انعامات سے سرفراز ہوتے رہے - آخر ترقی کر کے اس وقت کے آخری منصب ہفت ہزاری ذات - ہفت ہزار دو اسپہ سہ اسپہ سے سربلند ہوئے - آپ کے دو بیٹے تھے - کنور رام سنگھ اور کیرت سنگھ - دونوں بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز تھے - آپ نے اورنگ آباد میں چار دیواری کے باہر اپنے نام کا "جے سنگھ پور" بسایا تھا - اسی طرح آگرہ میں ایک محلہ آباد کر کے اس کے نام جے سنگھ پورہ رکھا - اور اکثر نفیس عمارتیں تعمیر کرائی تھیں۔

بڑے علم دوست تھے - سنسکرت میں کافی مہارت تھی - اور ترکی - فارسی - عربی کو بخوبی سمجھتے تھے - آخر ۱۰۷۷ھ کو برہان پور میں وفات پائی - ان کے کارناموں میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ۱۰۷۴ھ میں راجہ جسونت سنگھ کے بیٹے کیرت سنگھ اور دلیر خان نے سیواجی مرہٹہ کے قلعہ راج گڑھ پر گھیرا ڈال لیا - تو سیواجی مجبوراً راجہ جی کے پاس پیغام بھیج کر صلح کے ملتجی ہوئے صلح کی شرائط طے ہو جانے کے بعد راجہ جی نے اپنے سامنے سیواجی کے ہتھیار رکھوائے - اور خلعت دے کر عزت کے ساتھ رخصت کیا - سیواجی کے نونہال سنبھا جی دربار عالمگیر میں آئے - اس ہشت سالہ بچے کا منصب پنجہزاری - پنج ہزار سوار مقرر ہوا - شہنشاہ بڑی محبت اور عزت سے سنبھاجی سے پیش آتے تھے۔

ملک سے ملکے اشارے

بمبئی کے وزیر اعلیٰ مسٹر مرارجی ڈیسائی نے سورت ہند سماچار منڈل کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے قومی زبان کے سلسلہ میں جو نزاع پیدا ہو گیا ہے اس کو دور کرنے کے لئے فرمایا:-

"دستور میں جس ہندی کا ذکر ہے - وہ وہی ہے جسے گاندھی جی ہندستانی زبان کہا کرتے تھے - لیکن مشکلات سے بچنے کے لئے اس زبان کو ہندی کا نام دے دیا گیا ہے - اور صرف ایک رسم خط منظور کیا گیا ہے۔"

نیز فرمایا:-

"شمالی ہند میں دونوں رسوم خط میں علم و ادب کے زبردست ذخیرے پائے جاتے ہیں - اور دونوں رسوم خط سیکھنے سے ہم ان ذخیروں سے استفادہ کر سکیں گے اگر ہم دیوناگری اور فارسی رسوم خط سیکھ لیں تو زبان کے دائرہ اثر اور افادی حیثیت میں زبردست اضافہ ہو جائے گا۔"

ہم کیا عرض کریں کہ بمبئی میں جہاں چار بڑی زبانیں بیک وقت جاری ہیں - وہاں کے وزیر اعظم ہندی اور اردو دونوں کے رسم خط کی افادیت پر زور دیتے ہیں - لیکن اتر پردیش جہاں ہندی کو اکثریت کی زبان کہا جاتا ہے - اقلیت کی زبان کے زبردست علمی ذخیروں سے استفادہ کرنا گناہ سمجھا جاتا ہے۔

ولادتیں

۱ - خداتعالیٰ کا ہزار ہزار شکر اور اُس کا احسان ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل سے مورخہ ۲۶/۸/۵۳ کو میری چھوٹی بہن عزیزہ حمیدہ بیگم اہلیہ چوہدری بشیر احمد صاحب آف لاہور کو فرزند عطا فرمایا - میں تمام احمدی بھائیوں اور بہنوں سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ عزیزہ نومولود کی درازیٔ عمر اور خادم دین ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

(اہلیہ مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری)

(۲) عمر الدین صاحب درویش قادیان کے ہاں ۲۰/۸/۵۳ کو لڑکی اور مولوی غلام نبی صاحب مبلغ رانگھ یو۔پی کے ہاں ۲۵/۸/۵۳ کو لڑکی اور مورخہ ۲۹/۸/۵۳ کو مولوی فتح محمد صاحب اسلم مبلغ راجستھان کے ہاں لڑکا تولد ہوا - خداتعالیٰ نومولودین کو لمبی عمر عطا فرمائے اور انہیں خادم دین بنا کر والدین کے لئے قرۃ العین بنائے - آمین - (ایڈیٹر)

بعض سوالات کے جوابات!

از مولوی بشیر احمد صاحب ناصر متعلم جامعۃ المبشرین قادیان

(۲)

سوال نمبر ۵ - ۶ - کیا معراج حضور کو جاگتے ہوئے میں نہیں ہوئی تھی۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ سوتے میں ہوئی تھی۔

جواب - بخاری میں حدیث معراج کے آخر میں ہے۔ واستیقظ وھو فی المسجد الحرام (بخاری کتاب التوحید باب قولہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما جلد ۴ ص ۱۸۵ مصری) یعنی پھر آنحضرت صلعم جاگ پڑے اور اس وقت آپ مسجد حرام میں تھے۔

حضرت عائشہ اور حضرت حسن کا بھی یہی قول ہے۔ جیسا کہ تفسیر کشاف ص ۵۷۵ پر ہے۔

" واختلف فی انہ کان فی الیقظۃ ام فی المنام فعن عائشۃ انھا قالت واللہ ما فقد جسد رسول اللہ صلعم ولکن عرج بروحہ وعن الحسن کان فی المنام رؤیا راٰہ صلعم" یعنی اس بات میں اختلاف کیا گیا ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں ہوا تھا یا نیند کی حالت میں۔ سو اس بارہ میں حضرت عائشہ رض کا قول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم آنحضرت صلعم کا جسم غائب نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کی روح اٹھائی گئی تھی۔ اور حضرت حسن فرماتے ہیں۔ کہ معراج نیند کی حالت میں ایک رؤیا تھا۔ جسے آنحضرت صلعم نے دیکھا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک نومسلم دوست کے دریافت کرنے پر کہ معراج روحانی ہے یا جسمانی فرماتے ہیں:-

" جب تک انسان بے خبر ہوتا ہے اس کی باتیں نری اٹکلیں ہوتی ہیں۔ ایسا ہی معراج کے متعلق لوگوں کا حال ہے۔ وہ اس کی حقیقت اور اصلیت سے بے خبر ہیں۔ ہم تو معراج کو بالکل بیداری تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں ایک بیداری دنیاداروں کی ہے اور ایک بیداری عارفوں۔ صادقوں۔ نبیوں اور خدا رسیدہ لوگوں کی بیداری ہوتی ہے۔ اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل اور تمام صادقوں اور عارفوں کے سردار ہیں۔ اس لحاظ سے یہ مرتبہ بھی آپ کا سب سے بڑھا ہوا ہے۔ معراج ایک کشفی معاملہ تھا۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ کشف دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک کشف ایسا ہوتا ہے کہ وہ بالکل بیداری کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اور دراصل ہوتا ہی بیداری ہے۔ اس قسم کے کشف کو خواب کبھی کہہ ہی نہیں سکتے۔ بلکہ ایسے کشف کو خواب کہنا ایسی غلطی ہے۔ جیسے کوئی دن کو رات کہہ دے۔ اس حالت کشف میں صاحب کشف وہ دیکھتا ہے۔ جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے اور وہ اسرار مشاہدہ کرتا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتے۔ اس بیداری میں (جو عام لوگوں کی حالت ہوتی ہے) اس بیداری کے مقابلہ میں صدہا حجاب اور پردے ہیں۔ اگر اس کو اندھا کہیں تو زیادہ مناسب ہے۔ اور اگر بہرہ کہیں تو موزوں ہے۔ اس کشفی بیداری میں اعلیٰ درجہ کی بینائی اور شنوائی عطا ہوتی ہے۔ جس میں صاحب کشف وہ حالات دیکھتا ہے جو کسی نے نہ دیکھے ہوں۔ اور وہ باتیں سنتا ہے جو کسی نے نہ سنی ہوں۔ پس اس قسم کی بیداری کے ساتھ وہ معراج تھا۔ اور ایک لطیف اور روحانی جسم کے ساتھ تھا۔ انسان کے دو جسم ہیں۔ ایک زمینی دوسرا آسمانی جسم ہے۔ زمینی جسم کے متعلق قرآن شریف میں آتا ہے۔ الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً و امواتاً۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جس جسم کے ساتھ ہوا وہ آسمانی جسم تھا۔ وہ معراج قابل تعریف نہیں جو عوام مانتے ہیں۔ چونکہ ہر شخص اپنی حد تک بات کرتا ہے۔ بچہ اس حد تک ہی کہتا ہے جو کھیل تک محدود ہو۔ کم علم اپنی حد تک۔ اسی طرح یہ لوگ چونکہ اس حقیقت سے محض ناآشنا اور ناواقف تھے۔ انہوں نے یہاں تک ہی اس راز کو سمجھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مجھ پر اس کی حقیقت کھول دی ہے۔ اور عوام اس سے ناواقف ہیں۔ اس لئے اعتراض کرتے ہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ یہ ایسا کشفی رنگ تھا۔ کہ اس کو خواب ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ یہ سچی بیداری تھی۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل ہوا۔ اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کامل درجہ کا تقدس اور تطہر نہ ہو"

(الحکم ۱۰ راگست ۱۹۰۵ء زیر عنوان دربار شام مورخہ ۱۰ راگست ۱۹۰۵ء)

سوال نمبر ۶ - جب جدوجہد مذہبی نے آکر بڑے بڑے کارنامے دکھائے ہیں۔ مرزا صاحب نے کون سے کارنامے دکھائے۔

جواب - اس کا سوال کا مکمل جواب تھوڑا ہی عرصہ ہوا اخبار بدر مورخہ ۲۱ ر ۲۸ راپریل اور ۷ رمئی ۱۹۵۳ء کے بدر میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارناموں پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ سائل کو چاہیئے کہ اس مضمون کو خوب غور سے پڑھے۔

دراصل اس قسم کا سوال کرنے والے نہایت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ وہ ایسی شہادت چاہتے ہیں۔ جو صرف مادیات میں مل سکتی ہے۔ روحانیات میں نہیں۔ مثلاً وہ چاہتے ہیں کہ انہیں بتایا جائے کہ مسلمانوں کی حکومت کہاں کہاں قائم ہوئی۔ کتنی غیر مسلم سلطنتوں کو شکست دی گئی وغیرہ حالانکہ نہ انبیاء کی بعثت کا یہ مقصود ہوتا ہے اور نہ تمام انبیاء نے اس قسم کے کارنامے کئے مثلاً ذکریا۔ یحییٰ علیہم السلام نے کوئی سلطنت قائم نہیں کی۔

دراصل انبیاء علیہم السلام ایسے وقت میں مبعوث ہوتے ہیں۔ جبکہ دنیا اللہ تعالیٰ سے غافل و بیگانہ ہو چکی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وجود دنیا کی نظروں سے مخفی ہو چکا ہوتا ہے انبیاء اللہ تعالیٰ کے وجود کا ثبوت اس کی صفات کاملہ کے ذریعہ سے دیتے ہیں۔ اور بھولی بھٹکی مخلوق کا تعلق اس سے قائم کرتے ہیں۔ یہی کام گذشتہ انبیاء کرتے چلے آئے ہیں۔ اور یہی کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر سر انجام دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ خود حضور اس وقت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین احمد بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

حضور علیہ السلام نے نہ صرف ان حملوں کو روکا۔ بلکہ جارحانہ اقدام کر کے دشمن کو شکست فاش دی۔ ذیل میں آپ کے کارناموں کے متعلق ایک شہادت بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کی جاتی ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشد ترین معاندین میں شامل ہو گئے آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

" اب ہم اس (براہین احمدیہ۔ ناقل) پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے۔ جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ .... اور اس کا مؤلف (حضرت مسیح موعود۔ ناقل) بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے"

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ ص ۶)

والفضل ما شھدت بہ الاعداء

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایڈیٹر صاحب اخبار "وکیل" امرتسر کی رائے

" وہ شخص بہت بڑا شخص جس کی قلم سحر تھا۔ اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔ جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا ...... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہوا ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں۔ تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاوی اور ان کے بعض معتقدات سے شدید اختلافات کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے ...... مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابل پر ان سے ظہور میں آیا۔ قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے ...... آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو"

اِس سے بڑھ کر اور کیا جرم ہوگا!

از مکرم سید ارشد علی صاحب لکھنؤ

غلامی ایک بے بسی کا نام ہے۔ غلام قومیں اور غلام افراد اپنی بربادی کے سامان اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن اُنہیں اتنی جرأت اور ہمت نہیں ہوتی کہ وہ اُف بھی کر سکیں۔ اور آہستہ آہستہ یہ بے بسی اُن کی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔ آزادی سے پہلے ہمارے دیش کی جنتا کو چاہے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہو۔ اُن کا کوئی والی وارث نہ تھا لیکن اب آزادی مل جانے کے بعد بھی ہمارے دیش میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو ملک کے بیمار اور لاچار لوگوں کو جعلی حکیم اور ڈاکٹر بن کر اُنہیں علانیہ اور بری طرح لوٹ رہے ہیں۔ اور اُن کی زندگیاں برباد کر رہے ہیں۔ اخبار سیاست مورخہ ۱۳ر اگست ۱۹۵۳ء میں بعنوان "نیم حکیم خطرۂ جان" "اناڑی ڈاکٹروں کا کارنامہ" ایک افسوسناک رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ جس میں لکھا ہے "کولاپور ۱۲ر اگست ۱۹۵۳ء آندھوں کی دیکھ بھال کرنے والے فیڈریشن کے افسر نے کہا کہ اس ملک میں جتنے اندھے ہوتے ہیں۔ اُن میں سے نصف ایسے ہوتے ہیں۔ جن کو اناڑی ڈاکٹروں نے اندھا بنا دیا ہے۔ ان میں سے اکثر نے اپنی آنکھوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ یا یہ کہ ایسے ڈاکٹروں کے پاس علاج کے لئے گئے۔ جو آنکھوں کی بیماریوں سے واقف نہ تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے زیرِ علاج مریض اندھے ہوگئے۔" انہوں نے کہا کہ "اناڑی ڈاکٹروں کے علاج کرانے کا نتیجہ اُلٹا ہوتا ہے آنکھ اتنی نازک ہوتی ہے کہ تھوڑی سی بھول اس کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔ جب اس قسم کے اناڑی ڈاکٹروں کے علاج کے بعد اُن کی آنکھوں کو بچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو بے سود ہے۔"

(سیاست ۱۵ر اگست ۱۹۵۳ء صفحہ ۳)

فیڈریشن کے ذمہ دار افسر کی لرزہ خیز اور جسم پر کپکپی پیدا کرنے والی رپورٹ کے دل ہلا دینے والے الفاظ ناظرین ذرا اپنی انسانیت کو سامنے رکھ کر غور سے پڑھیں۔ ہمارے آزاد ملک ہندوستان کو چوروں اور ڈاکوؤں سے بچانے کے لئے بڑے بڑے منصوبے سوچے جا رہے ہیں۔ لیکن ان جعلی بدتر بن اور دشمن سماج ڈاکوؤں سے دیش کو بچانے کیلئے کوئی مؤثر توجہ نہیں کی جاتی۔ ہمارے ملک میں ایک دو نہیں ہزاروں جعلی ڈاکٹر اور حکیم موجود ہیں۔ جو ہندوستان کے لاکھوں بیمار بھائیوں کو روزانہ بڑی بے دردی کے ساتھ اور علانیہ موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔ لیکن ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ ہم دیش سدھار اور اعلیٰ معیارِ زندگی کے لاکھوں منصوبے بنائیں۔ لیکن جب مادرِ ہند کے لاکھوں بے گناہ لوگ ان جعلی حکیم اور جعلی ڈاکٹروں کی کرتوتوں سے روزانہ قبرستان پہنچائے جا رہے ہیں۔ تو یہ ملک تباہی سے کیسے بچ سکتا ہے۔

میں درد مند ناظرین سے ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس المناک منظر کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ ایک ایسا مریض جو کسی مہلک اور بہت ہی پیچیدہ مرض میں مبتلا رہو۔ وہ اپنی تمام کمائی اپنے علاج پر پھونک چکا۔ اس کا بال بال بک گیا۔ وہ دنیا سے مایوس ہو کر کسی جعلی حکیم یا ڈاکٹر کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ جعلی حکیم یا ڈاکٹر صاحب حکمت اور ڈاکٹری کی تعریف تک نہیں جانتے۔ بلکہ میں نے خود بعض جعلی حکیم ایسے دیکھے ہیں کہ اُن کا اردو کا املا تک درست نہیں ہوتا۔ لیکن وہ جبہ۔ عمرے۔ تقدس اور زبانی باتوں کے اعتبار سے اپنے آپ کو بوعلی سینا ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے ظالم جعلی حکیم صاحب اُس غریب مریض کو جو تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ دانستہ دھوکہ اور فریب دے کر ۲ر۳ر کا کوئی پھپھوندا شربت یا سڑی ہوئی چٹنی دے کر اس غریب سے بیس پچیس روپیہ اینٹھ لیتے ہیں۔ اور یہ کھلی ہوئی ڈکیتی وہ صرف اس لئے کرتے ہیں۔ کہ اُنہیں قانون کا کوئی خوف نہیں۔ افسوس! اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا اور ایسے ظالم۔ فریبی اور خدا کی مخلوق کو تباہ کرنے والے جعلی اور جھوٹے لوگ خدا کے قہر سے کب تک بچ سکتے ہیں۔

اس بدعنوانی کا علاج۔ اس مردم خور بدعنوانی کا آسان علاج یہ ہے کہ بھارت سرکار ایسے جعلی ڈاکٹروں اور حکیموں کیلئے کوئی ایسا قانون بنائے۔ جس میں جنتا کا بھی براہ راست دخل ہو۔ یعنی جس شہر یا جس محلے میں ایسے جعلی ڈاکٹر موجود ہوں جن کے پاس کوئی سرکاری سند نہ ہو۔ اُن کے خلاف ہر شخص گورنمنٹ کے ایسے محکمہ میں جس میں اس کی شنوائی ہو رپورٹ کر سکے اور ہماری بھارت سرکار فوراً اس کی تحقیقات کرے کہ جو حکیم یا ڈاکٹر صاحب جنتا کا علاج کر رہے ہیں۔ یہ اصلی ڈاکٹر ہیں بھی یا یونہی مسیح زمان بنے ہوئے ہیں۔ جب تک حکومت اس معاملے میں دخل نہ دیگی۔ ہندوستانیوں کو اس قسم کے جعلی حکیم یونہی لوٹتے رہیں گے۔

وفاتِ مسیحؑ پر ایک دلیل

از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم - اے

حجج الکرامہ میں مرقوم ہے کہ:-

"طبرانی و حاکم در مستدرک از عائشہؓ آوردہ

انہ قال فی مرضہ الذی توفی لفاطمۃ ان جبریل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرۃ وانہ عارضنی بالقرآن العام مرتین واخبرنی انہ لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسی بن مریم عاش عشرین ومائۃ ولا ارانی الا ذاھبا علی رأس الستین ورجالہ ثقات ولہ طرق" (صفحہ ۴۲۸)

ترجمہ۔ طبرانی اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ جبرئیل ہر سال مجھ سے ایک بار قرآن مجید کا دورہ کرتے تھے۔ لیکن امسال قرآن مجید کا دو دفعہ دور کیا ہے۔ اور مجھے بتایا ہے کہ ہر نبی کی عمر اپنے سے پہلے نبی کی عمر سے نصف ہوتی ہے۔ اور مجھے یہ بھی بتایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے اور میں نہیں دیکھتا مگر یہ کہ ساٹھ سال کے سر پر انتقال کر جاؤں گا۔ اس حدیث کے راوی معتبر ہیں۔ اور یہ کئی طریق سے مروی ہے۔

جب یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔ تو اہلحدیث احباب فوراً یہ کہکر کہ یہ حدیث ضعیف ہے اپنا دامن چھڑانا چاہتے ہیں۔ ایسے احباب سے یہ گذارش ہے۔ کہ اگر ضعیف سے مراد اُن کی یہ ہے کہ یہ حدیث جعلی اور وضعی اور جھوٹی ہے تو اُن کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ جھوٹی حدیث بنانیوالا ہمیشہ اس امر کو مدِنظر رکھتا ہے کہ اسکی جھوٹی حدیث لوگوں کیلئے قابلِ قبول ہوگی یا نہ ہوگی۔ آپ کبھی نہ دیکھیں گے کہ کسی ضعیف حدیث میں یہ روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ ایک نہیں دو ہیں۔ یا وہ ستار نہیں یا رزاق نہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ تھے۔ کیونکہ یہ سب امور بدیہی اور واضح معتقدات میں سے ہیں۔ ایسے معتقدات کے خلاف جو بھی جھوٹی حدیث بنائیگا لوگ فوراً اس کے منہ پر ماریں گے اور سمجھیں گے کہ وہ دین اسلام کو خراب کرنا چاہتا ہے۔ جھوٹی حدیثیں انہیں امور کے متعلق بنائی گئی ہیں جو کہ جن میں کسی قسم کا اخفاء کا پہلو تھا اور ان میں تاویل کی گنجائش تھی سو جبکہ غیر احمدی احباب کا کہنا ہے کہ ابتدا سے اسلام سے مسلمانوں کا یہ واضح عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدِ عنصری آسمان پر تشریف لے گئے اور قرآن مجید اور احادیث کی نص صریح سے یہ امر ثابت ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابتدا سے اسی عقیدہ کے اتنا واضح ہونے کے باوجود جسے ہمارے غیر احمدی دوست دو اور دو چار کی طرح واضح قرار دیتے ہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہوا کہ کوئی شخص یہ جھوٹی حدیث بنا سکے اور پھر یہ خیال کر سکے کہ مسلمانوں کے نزدیک ایسی جھوٹی حدیث قابل قبول ہوسکیگی اور پھر قبول بھی ہو جائے اور یہانتک قبول ہو کہ بہت سے محدثین اسے صحیح قرار دیں اور اس کی صحت کے اظہار کے لئے یہ ذکر کریں کہ اس کے راوی معتبر ہیں اور یہ کئی طریق سے مروی ہے۔ حتیٰ کہ چودھویں صدی میں باوجود حضرت عیسیٰؑ کے جسمانی صعود الی السماء کا عقیدہ رکھنے کے نواب صدیق حسن خان صاحب کے پایہ کا عالم اپنے احادیث کے مجموعہ میں بھی اسے درج کرے اور بجائے جرح کرنے کے یہی لکھے کہ اسکے راوی معتبر ہیں اور یہ کئی طور پر مروی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس عقیدہ کے متعلق جو کچھ غیر احمدی احباب سمجھتے ہیں درست نہیں اور قابلِ غور ہے۔

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلعم نے تو یہ فرمایا ہے کہ ہر نبی کی عمر پہلے نبی کی عمر سے نصف ہوتی ہے۔ یہ عقلاً و نقلاً قرینِ صحت نہیں کیونکہ حضرت نوحؑ کی عمر قرآن مجید میں ساڑھے نو سو سال مذکور ہے۔ اگر یہ ان کی ذاتی عمر سمجھی جائے نہ کہ سلسلہ کی تب بھی اس حدیث کی رو سے ان کی لاکھوں سال کی عمر ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ مشہور ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار نبی ہوئے ہیں۔ اس حدیث کے مطابق اگر ان کی عمریں ہوتیں تو ان کی اکثریت اس وقت تک زندہ ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ محدثین نے لکھا ہے کہ گو حضور صلعم نے لفظاً انبیاء کا عام ذکر فرمایا ہے۔ لیکن اس سے مراد صرف حضور کی اپنی ذات ہے اور نہ صرف اس امر میں بلکہ بعض اور ذاتی امور میں حضورؐ نے عام انبیاءؑ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور مراد صرف حضور صلعم کی اپنی ذات ہے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا۔ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث۔ یہ ہم انبیاء کا گروہ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں ورث سلیمان داؤد آتا ہے اور تمام غیر شرعی انبیاء اپنے شرعی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور حضرت ذکریاؑ نے جو دعا اولاد حاصل کرنیکے لئے کی اس میں یہ بھی کہا فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب (مریم ع ۱) کہ مجھے ایسا وارث دے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ سو اس حدیث کے متعلق حضرت عائشہؓ کا قول ہے۔ کہ یرید نفسہ (بخاری) کہ حضورؐ کی مراد صرف اپنی ذات سے ہے۔

سرکاری اطلاعات

از محکمہ تعلقات عامہ

بعض حلقوں میں یہ غلط گمانی پائی جاتی ہے کہ چنڈی گڑھ میں پرائیویٹ اشخاص کی طرف سے بنائے جانے والے مکانات کے پلان صرف ایسے ماہرین فن تعمیر سے تیار کرانے لازم ہیں۔ جو راجدھانی ایڈمنسٹریشن کی طرف سے اس مقصد کے لئے خاص طور پر رجسٹر کیا گیا ہو۔ یہ خیال بالکل بے بنیاد ہے۔

صحیح پوزیشن یہ ہے کہ چنڈی گڑھ میں پرائیویٹ مکانات کے پلان کوئی بھی ایسا ماہر فن یا انجینئر تیار کرسکتا ہے جو اپنے پیشہ میں ڈگری یا اس کے برابر کی اہلیت رکھتا ہو۔ تاہم کسی ایسے ماہر فن یا انجینئر کی طرف سے تیار کردہ پلان، جو ایسی اہلیتیں نہ رکھتا ہو، منظور نہیں کیا جائے گا۔ جب تک کہ وہ پنجاب راجدھانی ڈویلپمنٹ اینڈ ریگولیشن) ایجیٹ ۱۹۵۲ء کے ماتحت راجدھانی ایڈمنسٹریشن سے رجسٹرڈ نہ ہو۔ اس شرط کا مقصد یہ ہے کہ وہ اشخاص جو فن تعمیر میں یا انجینئرنگ کے پیشہ میں رسمی اہلیتیں نہیں رکھتے یا صرف انٹرمیڈیٹ سٹینڈرڈ کی اہلیتیں رکھتے ہیں۔ چنڈی گڑھ میں کام کرسکیں بشرطیکہ حکومت انہیں اس مقصد کے لئے موزوں ٹھہرائے۔

اس لئے راجدھانی ایڈمنسٹریشن کی طرف سے کئے گئے انتظامات کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اُن کے کام کرنے پر پابندیاں عائد کی جائیں۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ رسمی اہلیتیں نہ رکھنے والے اشخاص بھی پلان تیار کرنے کے قابل ہو سکیں تاکہ پلاٹوں کے پرائیویٹ مالکان کو اپنے پلان تیار کروانے کے لئے حتی الامکان زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہوسکیں

اس سلسلہ میں مزید تفصیلات ایڈمنسٹریٹر چنڈی گڑھ پراجیکٹ سے درخواست کرنے پر حاصل کی جاسکتی ہیں۔

پی-آر-نمبر ۱۷۱۷۵-شملہ مورخہ ۲۱ راگست ۱۹۵۳ء۔

پنجاب کی جنگلاتی دولت بڑھانے کی غرض سے جنگلات سے متعلقہ مختلف اقسام کے کام بسرعت جاری ہیں۔

جولائی ۱۹۵۳ء کے دوران میں ضلع لدھیانہ کے متی دارہ رقبہ میں اور امرتسر، انبالہ گورداس نارسٹ ڈویژن اور ریلوے لائینوں

سڑکوں اور نہروں کی پٹڑیوں کے ساتھ ساتھ درخت لگانے کا کام وسیع پیمانہ پر کیا گیا۔ ماہ مذکور کے دوران میں پبلک اور فارسٹ عملہ نے "دن جہانسو" منانے میں بہت سرگرمی دکھائی۔ نرسریوں سے بھاری تعداد میں پودے عام پبلک اور مختلف اداروں کو اگانے کی غرض سے دیئے گئے۔

ماہ زیر تبصرہ کے دوران میں جنوبی صلقہ میں جوڑں اور انسداد برد آب سے متعلقہ کام کئے گئے۔ اس سلسلہ میں ہوشیار پور فارسٹ ڈویژن میں پک لاڈیاں میں ۴ میل خندقیں کھودی گئیں، اور ۳۵ ایکڑ زمین میں کنٹور کے مطابق ہل چلایا گیا۔ انبالہ فارسٹ ڈویژن میں زائد از ۱۰۰ ایکڑ زمین میں وٹ بندی کی گئی گندہ بروزہ فراہم کرنے کا کام پوری تیز رفتاری سے جاری رہا اور ماہ زیر تبصرہ کے دوران میں گورنمنٹ ٹمبر ڈپو، ڈھلوان سے ۲۲۳۸۹۴ روپیہ کی مالیت کی عمارتی لکڑی فروخت کی گئی۔

لاکھ کی کاشت کی ترقی بھی تسلی بخش طور پر ہو رہی تھی۔

شملہ مورخہ ۲۴ راگست ۱۹۵۳ء۔

نمبر پی آر-۵۳/۱۷۲۸۶

شہد کی مکھیوں کی پرورش سے متعلق ٹریننگ

۴ ستمبر ۱۹۵۳ء سے پنجاب گورنمنٹ بی فارم کٹرائن (کلو) ضلع کانگڑہ میں شہد کی مکھیوں کی پرورش سے متعلق ایک نصاب جاری کیا جائے گا۔ جس کی میعاد ۵ ہفتہ ہوگی۔ ٹریننگ کے بعد کامیاب طلباء کو محکمہ کی طرف سے سرٹیفکیٹ دیئے جائیں گے۔

مکمل نصاب کے لئے کوآپریٹو سوسائٹیوں کے فی الواقع ممبروں سے ۵ روپیہ پنجاب (ہندوستان) کے باشندوں سے دس روپیہ اور دوسروں سے ۳۰ روپیہ فیس لی جائے گی۔ طلباء کو قیام اور طعام کے لئے انتظامات کرنے ہوں گے تاہم افسر انچارج ضروری رہائش حاصل کرنے کے لئے ان کی مدد کریں گے

داخلہ کے لئے تمام درخواستیں نصاب شروع ہونے سے کم از کم ۱۵ دن پہلے انٹومالوجسٹ پنجاب گورنمنٹ ایگریکلچرل کالج لدھیانہ کو پہنچ جانی چاہئیں۔

شملہ مورخہ ۱۹۔ اگست ۱۹۵۳ء

نمبر پی-آر = ۵۳/۱۶۹۸۳

ماہ جون ۱۹۵۳ء کے دوران میں کام کاج کے مراکز میں ۹۶۲۰۹ روپیہ کی مالیت کا سامان تیار ہوا اور ۸۷۸۹ روپیہ کی فروخت ہوئی۔

ریاست کے محکمہ صنعت و حرفت کے زیر انتظام مراکز میں کام کرنے والے ۵۰۴ اشخاص کو ۱۳۲۰۸ روپیہ ادا کیا گیا

شملہ مورخہ ۱۹ راگست ۱۹۵۳ء۔

نمبر پی-آر = ۵۳/۱۶۹۹۸

زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق تاکیدی فرمان

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ مَا اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ھم المضعفون (سورہ روم ع ۴) یعنی جو زکوٰۃ بھی تم دو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دو۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ اپنے مالوں کو کم نہیں کرتے بلکہ بڑھاتے ہیں اسیطرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما خالطت الزکوٰۃ مالاً قط الّا اھلکتہ (مشکوٰۃ) یعنی جس مال پر زکوٰۃ واجب ہو مگر ادا نہ کی جائے بلکہ زکوٰۃ کا حصہ اس میں ملا ہے۔ تو وہ دوسرے مال کو بھی تباہ و برباد کر دے گا۔ (ناظر بیت المال قادیان)